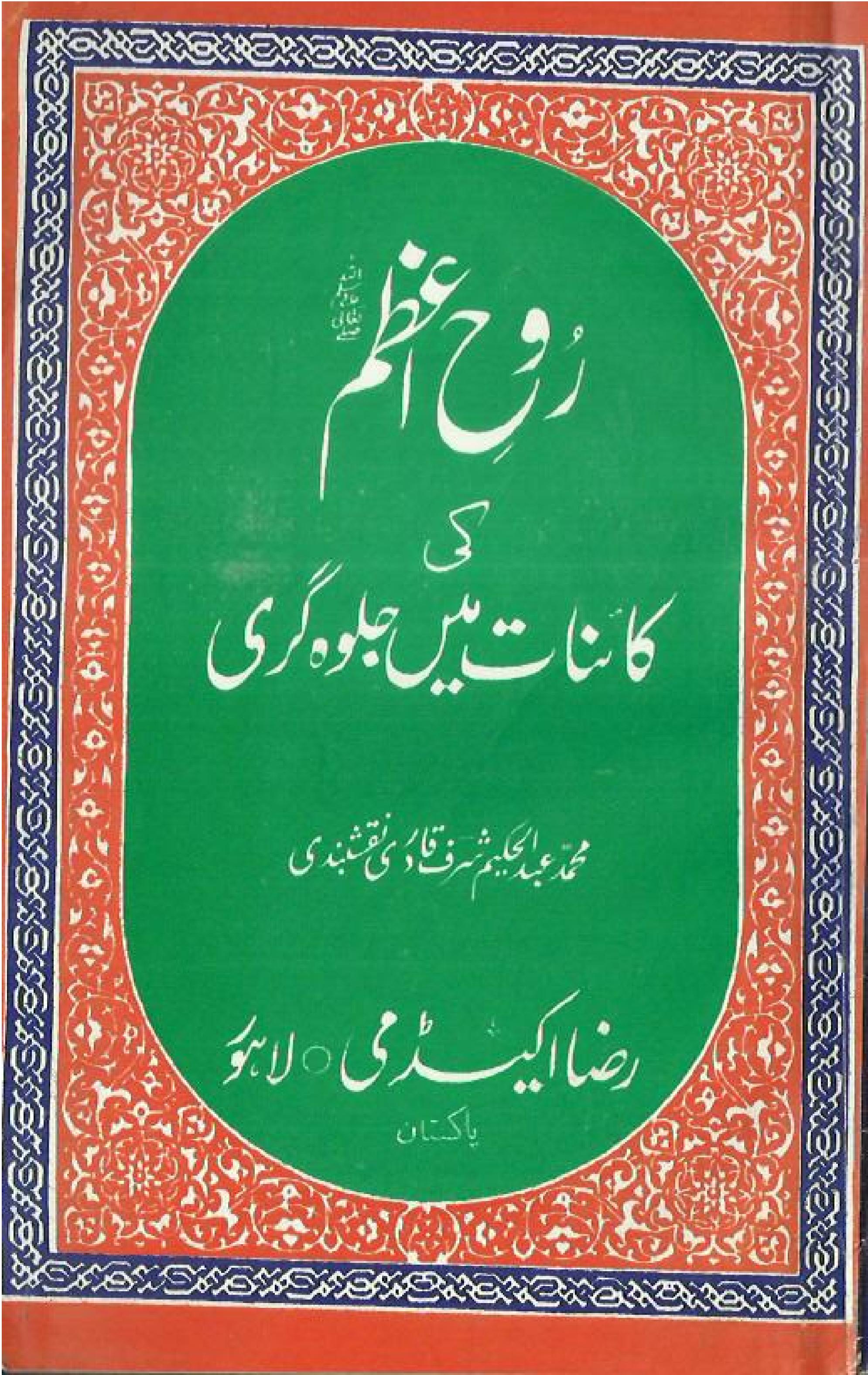
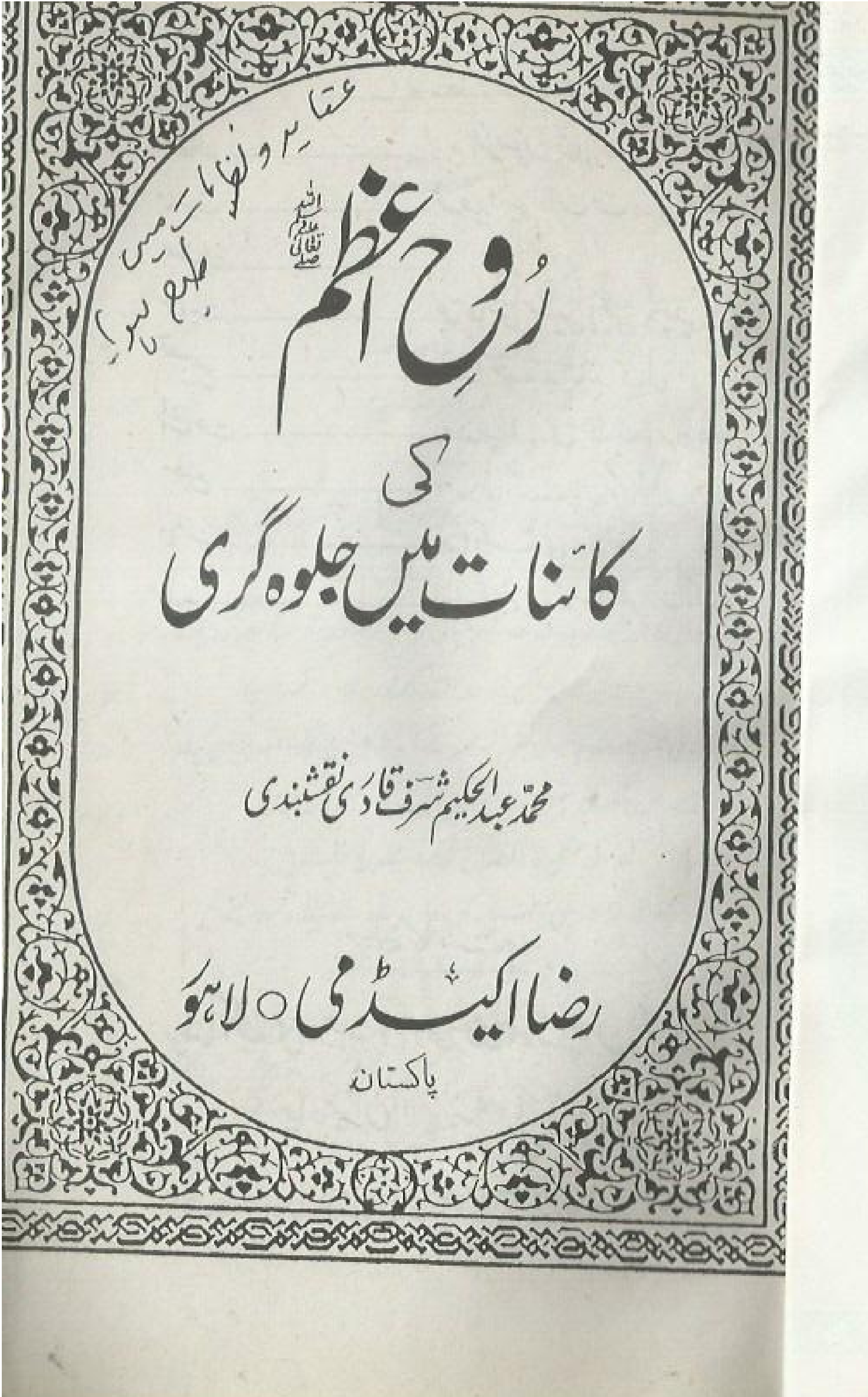


روحِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم
کی
کائنات میں جلوہ گری
محمد عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی
رضا اکیڈمی ○ لاہور
پاکستان



روحِ اعظم ﷺ

کی

کائنات میں جلوہ گری

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

رضا اکیڈمی ○ لاہور
پاکستان

سلسلہ مطبوعات نمبر ٩٦

مقالہ ____ رُوحِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کائنات میں جلوہ گری

تالیف ____ محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

صفحات ____ ٨٤

کتابت ____ محمد عاشق حسین ہاشمی (چنیوٹ)

تصحیح ____ حافظ محمد شاہد اقبال

اشاعت ____ رمضان المبارک ١٤١٦ھ / ١٩٩٥ء

مطبع ____ احمد سجاد آرٹ پریس ہال روڈ لاہور

ناشر ____ رضا اکیڈمی، لاہور

ہدیہ ____ دعائے خیر برائے معاونین رضا اکیڈمی

ملنے کا پتہ:

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) مسجد رضا، رضا چوک، محبوب روڈ
چاہ میراں، لاہور نمبر ٣٩ پاکستان

نوٹ: بیرون جات کے احباب دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں

فہرست

○

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہدیۂ سپاس و تشکر

مسئلہ حاضر و ناظر کا تعلق، کشف و شہود سے ہے۔ یہ مسئلہ علمی بھی ہے اور رُوحانی بھی، پیشِ نظر مقالہ میں راقم نے جہاں قرآن و حدیث سے دلائل پیش کیے ہیں، وہاں مستند علماءِ اُمّت اور اربابِ معرفت کے ارشادات کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مخالفین کے اقوال بھی بطورِ تائید نقل کیے ہیں تاکہ اختلاف کی خلیج ختم ہو اور اتفاق کی راہ ہموار ہو۔

ابتداءً میرا خیال تھا کہ اس موضوع پر زیادہ مواد نہیں ملے گا، لیکن جُوں جُوں مطالعہ کرتا گیا، یہ انکشاف باعثِ حیرت بنتا گیا کہ اس موضوع پر اتنا زیادہ مواد ہے کہ اسے سمیٹنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مقالہ کسی قدر طویل ہو گیا ہے۔ مزید کوشش کی جائے تو اس عنوان پر ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے۔

یہ مقالہ عربی اور اُردو میں شائع کیا جا رہا ہے تاکہ اپنا موقف وسیع طور پر علمی دُنیا کے سامنے پیش کیا جا سکے۔ عربی مقالے کا عنوان ہے:

"اَلْحَبِیْبُ فِیْ رِحَابِ الْحَبِیْبِ حَاضِرٌ وَّشَاهِدٌ عَلٰی اَعْمَالِ الْاُمَّةِ"

یاد رہے کہ یہ مقالہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب "البریلویۃ" کی الزام تراشی کے ازالے کے لیے لکھا گیا ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ ان کے شرک اور بدعت کے فتووں کی زد میں ملّتِ اسلامیہ کے کتنے اکابر ائمہ آ رہے ہیں۔

یُوں تو راقم نے اس مقالے میں بہت سی مستند کتابوں سے استفادہ کیا ہے جیسے کہ آپ مطالعہ کے دوران ملاحظہ فرمائیں گے۔ درج ذیل سطور میں چند ان کتابوں کا تذکرہ کیا

جاتا ہے، جن میں ہمارے موضوع پر خصوصی طور پر گفتگو کی گئی ہے یا جو اسی موضوع پر لکھی گئی ہیں، جن حضرات کی تصانیف عالیہ سے راقم نے استفادہ کیا ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ ان سب کو اجرِ جمیل عطا فرمائے۔

۱- عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام علامہ: اَلْمُنْجَلِیْ فِیْ تَطَوُّرِ الْوَلِیْ
۲- " " " : تَنْوِیْرُ الْحَلَكِ فِیْ رُؤْیَۃِ النَّبِیِّ وَالْمَلَكِ
نوٹ: پہلا رسالہ الحاوی للفتاوی (بیروت) کی پہلی جلد میں اور دوسرا، دوسری جلد میں ہے۔
۳- علی نورالدین حلبی، علامہ (صاحب سیرت حلبیہ)
تعریف اہل الاسلام والایمان بان محمداً صلی اللہ علیہ وسلم لایخلو منہ مکان ولا زمان (جواہر البحار عربی ج ۲)
۴- محمود آلوسی، علامہ سید: رُوح المعانی ج ۲۳-۲۲-۱۷
۵- احمد سعید کاظمی، علامہ سید: تسکین الخواطر (مکتبہ حامدیہ، لاہور)
۶- عطا محمد چشتی گولڑوی، ملک المدرسین: القول السدید فی تحقیق الشاہد والشہید (قلمی)
۷- محمد منظور احمد فیضی، علامہ: مقام رسول (مکتبہ محمدیہ، احمد پور شرقیہ)
۸- محمد امین، مفتی علامہ: الیواقیت والجواہر اقوال الاکابر فی مسئلۃ الحاضر والناظر (مکتبہ سلطانیہ، محمد پورہ، فیصل آباد)
۹- عبدالمنان اعظمی، بحرالعلوم مفتی: الشاہد (حق اکیڈمی، مبارکپور، انڈیا)
۱۰- محمد عنایت اللہ قادری، مناظر اہلِ سنت: مسئلہ حاضر و ناظر (سانگلہ ہل)

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کو دنیا و آخرت میں بہترین اجر عطا فرمائے، جنہوں نے اپنے اپنے انداز میں حضور سیدِ عالم، شاہدِ اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہِ ناز میں گلہائے عقیدت و نیاز پیش کیے ہیں۔ رضا اکیڈمی لاہور کے اراکین کو اجرِ جمیل عطا فرمائے، جن کی کوشش سے یہ مقالہ چھپ رہا ہے۔

۲۱ ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ
۹ اکتوبر ۱۹۹۳ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ العلی القدیر، السمیع البصیر، الفعال لما یرید واکمل الصلوات واجمل التحیات علیٰ خیر خلق اللہ وافضل رسلہ سیدنا ومولانا محمدٍ المصطفیٰ الذی ارسلہ ربہ رحمۃ للعالمین وبعثہ شاہداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً وعلیٰ آلہ واصحابہ واولیاءِ اُمّتہ ذوی الکرامات والبرکات السامیۃ۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو قوتیں عطا فرمائی ہیں:
۱- قوتِ نظریہ، اس کا کمال یہ ہے کہ حقائق کو اس طرح پہچانا جائے جس طرح وہ واقع میں ہیں۔
۲- قوتِ عملیہ، اس کا کمال یہ ہے کہ افعال کو اس طرح ادا کیا جائے جس طرح انہیں ادا کرنے کا حق ہے ___ دین اور فلسفہ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ ان دو قوتوں کی تکمیل کر کے دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کی جائے اور مبدأ و معاد (خالقِ کائنات اور آخرت) کی معرفت حاصل کی جائے۔ فرق یہ ہے کہ عقل دین میں ہدایتِ ربانی کی پیروی کرتی ہے اور فلسفہ میں خواہشِ نفس کی۔

مبدأ و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: (۱) نظر و استدلال (۲) ریاضت و مجاہدہ۔ پہلے طریقے کو اختیار کرنے والے کسی ملت اور دین کے پیروکار رہیں، تو انہیں متکلمین کہا جاتا ہے اور اگر کسی ملت کے پیروکار نہیں، تو انہیں حکماء مشائیہ کہا جاتا ہے جیسے ارسطو، فارابی اور ابن سینا، دوسرے طریقے پر چلنے والے اگر شریعت کے موافق ہیں، تو وہ صوفیہ ہیں، ورنہ وہ حکماء اشراقیہ ہیں جیسے افلاطون اور شیخ شہاب الدین مقتول [1]

[1] عبدالنبی احمد نگری، القاضی: دستور العلماء (طبع بیروت) ج ۱، ص ۱۱۷

افلاطون کے شاگرد تین طرح کے تھے ،

۱- اشراقیہ : یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے اپنی عقلوں کو نفسانی کثافتوں سے اس قدر پاک کر لیا تھا کہ وہ الفاظ اور اشارات کے بغیر براہِ راست افلاطون کے دماغ سے انوارِ حکمت حاصل کرتے تھے ۔ (جیسے کہ آج کی اصطلاح میں ٹیلی پیتھی کہا جاتا ہے)

۲- رواقیہ : وہ شاگرد تھے جو افلاطون کی مجلس میں حاضر ہو کر اس سے حکمت کا درس لیتے تھے اور اس کے الفاظ اور اشارات سے استفادہ کرتے تھے۔

۳- مشائیہ : جب افلاطون سوار ہو کر چلتا تو یہ لوگ اس کے ہم رکاب چلتے اور حکمت کا استفادہ کرتے تھے۔ [1]

اس تفصیل کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو قوتِ نظریہ عطا فرمائی ہے تو اسے فکر و نظر سے جلا ملتی ہے اور ریاضت و مجاہدہ سے اس کے ادراکات میں ترقی واقع ہوتی ہے، حقائقِ واقعیہ اس پر منکشف ہوتی ہیں۔ اس میں شریعت کی پیروی کرنے یا نہ کرنے والے کی کوئی تخصیص نہیں، البتہ حقائقِ واقعیہ تک صحیح رسائی ان ہی لوگوں کا حصہ ہے جو وحیِ الٰہی اور سُنّتِ نبوی کی اتباع کرتے ہیں، ان کے لیے عالمِ غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ آئندہ ہونے والے واقعات ان پر ظاہر کر دیئے جاتے ہیں، یہاں تک کہ نیند بلکہ بیداری میں بھی ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کرام علیہم السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں اور ان سے استفادہ کرتے ہیں۔

امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ علومِ دینیہ حاصل کرنے کے بعد طریقت کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ صوفیاء کرام ہی اللہ تعالیٰ کے راستے پر چلنے والے ہیں، ان کی سیرت، بہترین سیرت، ان کا راستہ، صحیح ترین راستہ، اور ان کے اخلاق، پاکیزہ ترین اخلاق ہیں . . . . ان کے ظاہر و باطن

[1] عبد النبی احمد نگری، القاضی: دستور العلماء (طبع بیروت) ج ۲، ص ۱۴۴

کی تمام حرکات و سکنات، مشکوٰۃِ نبوت کے نور سے مستفاد ہیں اور روئے زمین پر نورِ نبوت کے علاوہ کوئی نور نہیں ہے، جس سے روشنی حاصل کی جا سکے۔ اس کے بعد فرماتے ہیں، (اور اسی نکتہ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں)

صوفیاء کرام ہی ہیں جو بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کی زیارت کرتے ہیں، ان کی آوازیں سنتے ہیں اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ پھر حال، صورتوں اور مثالوں کی زیارت سے ترقی کر کے ان مقامات تک پہنچتا ہے، جن کے بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ [1]

راقم نے اس موضوع کے مناسب چند حوالے مدینۃ العلم کے آخر میں نقل کیے ہیں، موقع کی مناسبت سے اس جگہ ان کا نقل کر دینا موجبِ بصیرت و اطمینان ہوگا۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم اپنے رب کے پاس رات گزارتے ہیں، وہ ہمیں کھلاتا اور پلاتا ہے، اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ جس شخص کو عالمِ غیب کے احوال کا زیادہ علم ہوگا۔ اس کے دل میں کمزوری کم اور طاقت زیادہ ہوگی . . . . . اسی طرح جب بندہ طاعتوں پر مداومت کرتا ہے تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اُس کے کان اور آنکھیں ہوتا ہوں، تو جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کان بن جائے، تو وہ قریب اور دُور سے سنے گا اور جب وہ نور بینائی بن جائے، تو قریب اور دور کو دیکھے گا۔ [2]

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

[1] عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲، ص ۲۵۷
ایضاً (ب) محمد بن محمد غزالی، امام: المنقذ من الضلال (طبع ترکیا) ص ۳۳-۳۲
[2] محمد بن عمر بن حسین رازی، امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ البہیۃ، مصر) ج ۲۱، ص ۹

رسُول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: "مومن کی فراست سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نُور سے دیکھتا ہے" پھر آپ نے یہ آیتِ کریمہ پڑھی: اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ (بے شک اس میں فراست والوں کے لئے نشانیاں ہیں) یہ حدیث امام ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔

اس جگہ قابلِ توجہ بات یہ ہے کہ فراست کی تین قسمیں ہیں: پہلی صفت فراستِ ایمانیہ ہے، اس کا سبب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل میں ڈال دیتا ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک خیال اس تیزی سے دل پر وارد ہوتا ہے جیسے شیر اپنے شکار پر جھپٹتا ہے۔ فراست فریسۃ ہی سے مشتق ہے۔ یہ فراست ایمان کی قوت کے مطابق ہوگی، جس کا ایمان زیادہ قوی ہوگا، اُس کی فراست بھی تیز ہوگی حضرتِ ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فراستِ نفس کو حاصل ہونے والا کشف اور غیب کا مشاہدہ ہے اور یہ ایمان کے مقامات میں سے ہے۔ [1]

شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلوی اپنے عروج وکمال اور علوم کی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

میں ایک تجلی کے بعد دوسری تجلی کو عبور کرتے ہوئے اصلِ تجلیاتِ اسمِ رحمٰن تک پہنچ گیا۔ جب اسمِ رحمٰن میری ذات میں اُترا اور جلوہ گر ہوا، تو میں نے ہر مقام، ہر علم، ہر کمال دیکھا جو پہلے انسانی فرد کو حاصل ہوا، میں اس آدم کی بات نہیں کرتا بلکہ پہلے آدم سے لے کر آخر زمانہ تک پائے جانے والے آخری انسان تک جتنے علوم وکمالات حاصل ہوئے، خواہ اس دُنیا میں یا قبر میں، روزِ حساب یا جنت میں، میں نے ان سب کا احاطہ کرلیا کہ ان میں کوئی تصادم نہیں (اس کے کچھ بعد فرماتے ہیں کہ) میں نے افلاک، معادن، درختوں، چارپایوں، فرشتوں، جنتوں، لوح وقلم،

[1] علی بن سُلطان محمد، قاری، علامہ، مُلّا: شرح الفقہ الاکبر (مصطفےٰ البابی مصر) ص ۸۰

حضرت اسرافیل اور جو کچھ موجود ہو چکا ہے، سب کے کمالات کا کامل اور مکمل احاطہ کرلیا۔ [1]

قطبِ زمانہ حضرت عبدالعزیز دبّاغ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

ایک ولی مغرب میں ہو اور وہ سوڈان یا بصرہ کے ولی سے کلام کرنا چاہے تو تُو اُسے دیکھے گا کہ وہ اس طرح کلام کرے گا، جیسے پاس بیٹھے ہوئے آدمی سے کلام کر رہا ہو، اور جب تیسرا ان سے کلام کرنا چاہے گا، تو وہ بھی کلام کرے گا۔ اسی طرح چوتھا، یہاں تک کہ تم اولیاء کرام کی جماعت کو دیکھو گے، جن میں سے ہر ایک الگ الگ خطے میں ہے اور وہ اس طرح گفتگو کر رہے ہوں گے، جیسے ایک جگہ اکٹھے ہوں۔ [2]

غیر مقلدین اور دیوبندیوں کے امام، شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں:

اسی طرح جب اولیاء کرام کے دل غفلت کے زنگ اور ماسوی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے پاک ہوجاتے ہیں، تو وہ حظیرۃ القدس (عالمِ بالا) کے لیے آئینوں کی حیثیت اختیار کرجاتے ہیں، مثلاً جب حظیرۃ القدس میں کسی چیز کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو اکثر صالحین اس کے واقع ہونے سے پہلے اسے نیند یا بیداری میں دیکھ لیتے ہیں۔ [3]

دیوبندی مکتبِ فکر کے علامہ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اولیاء کرام اس جہان میں اشیاء کے موجود ہونے سے پہلے جو کچھ دیکھتے ہیں، اُن کے لیے بھی ایک قسم کا وجود ہے جیسے کہ حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ

[1] ولی اللہ دہلوی، شاہ، التفہیمات (حیدرآباد سندھ) ج ۲، ص ۹۰-۸۹

[2] احمد بن المبارک، علامہ، الابریز (مصطفےٰ البابی، مصر) ص ۱۷

[3] محمد اسماعیل دہلوی، صراطِ مستقیم فارسی (طبع لاہور) ص ۳۷

کا ایک مدرسہ کے پاس سے گزر ہوا، ہوا کا ایک جھونکا آیا، تو فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ایک بندے کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، تو وہاں سے حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی پیدا ہوئے اور جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم یمن سے اللہ تعالیٰ کی خوشبو محسوس کرتے ہیں، تو وہاں سے حضرت اویس قرنی پیدا ہوئے۔ [1]

حافظ شیرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

آئینۂ سکندر، جام جم است بنگر — تا بر تو عرضہ گردد احوال ملک دارا

(تیرے پاس آئینۂ سکندر اور جام جمشید موجود ہے، اس میں تو دیکھ تو سہی، تجھ پر دارا کے ملک کے حالات منکشف ہو جائیں گے)

اس مقام پر پہنچ کر چند لمحوں کے لیے آپ کو ایک بار پھر پیچھے لے جانا چاہتا ہوں۔

ترمذی شریف کی حدیث کے مطابق بندۂ مومن (ولی) اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے اور امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے جلال کا نور کسی کی بینائی بن جائے تو وہ قریب و بعید چیزوں کو دیکھتا ہے اور بقول، محمد اسمٰعیل دہلوی، جب دل کا زنگ دور ہو جائے اور ماسوی اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ سے پاک ہو جائے، تو وہ حظیرۃ القدس (عالم بالا) کے لیے آئینہ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور آئندہ پیدا ہونے والی چیزوں کی جھلک اس میں دکھائی دیتی ہے۔ یہی بات کشمیری صاحب نے بھی کہی ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے تو خود اپنے بارے میں بیان کیا کہ میں یکے بعد دیگرے تجلیات کو طے کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچا کہ جو کچھ معرضِ وجود میں آ چکا ہے، اس میں سے ہر ایک ایک کے کمالات کا میں نے مکمل احاطہ کر لیا۔

اب آپ خود ہی سوچئے کہ جب ایک ولی کی روحانی اور علمی پرواز کا یہ عالم ہے اور وسعتِ مشاہدہ کا یہ حال ہے تو اولیاء کاملین، شہداء، صدیقین، صحابہ کرام، اہل بیت عظام، پھر انبیاء کرام اور خصوصاً انبیاء و رسل کے امام اور تاجدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم کے علم اور مشاہدہ کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

[1] محمد انور شاہ کشمیری، فیض الباری (مطبعۃ حجازی، قاہرہ) ج ۱، ص ۱۸۲

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی قوتِ مشاہدہ

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر قوتوں کی طرح قوتِ مشاہدہ بھی بے مثل عطا فرمائی ہے۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ؎

لَہٗ ھِمَمٌ لَا مُنْتَھٰی لِکِبَارِھَا — وَھِمَّتُہُ الصُّغْریٰ اَجَلُّ مِنَ الدَّھْرِ

لَہٗ رَاحَۃٌ لَوْ اَنَّ مِعْشَارَ جُوْدِھَا — عَلَی الْبَرِّ کَانَ الْبَرُّ اَنْدٰی مِنَ الْبَحْرِ [1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی ہمتوں کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہے، آپ کی چھوٹی ہمت بھی زمانے بھر سے بلند و بالا ہے۔

آپ کے دستِ اقدس کی سخاوت کا دسواں حصہ بھی خشکی پر تقسیم کر دیا جائے، تو خشکی سخاوت میں سمندر سے بڑھ جائے۔

آج سائنسی ترقی کا یہ عالم ہے کہ ہزاروں میل دور ہونے والی نقل و حرکت ٹیلی وژن کی سکرین پر دیکھی جا سکتی ہے اور آوازیں سنی جا سکتی ہیں، اطلاعات نشر کی جاتی ہیں۔

کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بات نہیں ہے کہ تحت الثریٰ سے لے کر عرش تک تمام مخلوقات اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر منکشف کر دے؟ اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ کا امکان ثابت کرنے کے لیے آیۂ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سے استدلال کرنے والوں کو اس وقت یہ آیتِ مبارکہ کیوں بھول جاتی ہے؟

چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں نماز خود پڑھائی، پھر منبر شریف پر جلوہ افروز ہو کر نماز اور رکوع کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

[1] علی الاقشہری ابن عثمان، مختصر الدسوقی علی مختصر المعانی (ط۔ قم، ایران) ص ۹۹

اِنِّی لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ کَمَا اَرَاکُمْ ؎1

"بے شک ہم تمہیں پیچھے سے دیکھتے ہیں جیسے کہ تمہیں (آگے سے) دیکھتے ہیں۔"

۲۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر کی نماز پڑھائی پچھلی صفوں میں ایک شخص نے صحیح طرح نماز ادا نہیں کی۔ سلام پھیرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اے فلاں! کیا تو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا؟ تو نہیں دیکھتا کہ نماز کس طرح پڑھتا ہے؟

اِنَّکُمْ تَرَوْنَ اَنَّہٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰہِ اِنِّیْ اَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا اَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ، رَوَاہُ اَحْمَدُ ؎2

ترجمہ: تمہارا ایمان یہ ہے کہ تم جو کچھ کرتے ہو اس میں سے کوئی چیز ہم پر مخفی رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی قسم! آگے کی طرح ہم پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

۳۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کیا تمہارا گمان ہے کہ ہماری توجہ صرف اس طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر نہ تو تمہارا خشوع پوشیدہ ہے اور نہ ہی رکوع، ہم تمہیں پشت کے پیچھے (بھی) دیکھتے ہیں۔ ؎3

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پشت کے پیچھے کھڑے ہونے والے افراد کو ہی نہیں دیکھتے تھے، بلکہ ان کے دلوں کی کیفیات بھی ملاحظہ فرماتے تھے کیونکہ خشوع دل کی کیفیت کا نام ہے۔

؎1 محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام — صحیح بخاری شریف (رشیدیہ دہلی) ج ۱، ص ۵۹

؎2 محمد بن عبداللہ الخطیب، امام: مشکوٰۃ المصابیح (ایچ۔ ایم سعید کمپنی کراچی) ص

؎3 محمد بن اسماعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج ۱، ص ۵۹

۴۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اندھیرے میں اسی طرح دیکھتے تھے، جس طرح روشنی میں دیکھتے تھے۔ ؎1

۵۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کی قسم! بے شک ہم اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہے ہیں۔ ؎2

۶۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

کیا تم وہ کچھ دیکھ رہے ہو جو ہم دیکھ رہے ہیں؟ ہم تمہارے گھروں میں بارش کی طرح فتنوں کے واقع ہونے کے مقامات دیکھ رہے ہیں۔ ؎3

مستقبل میں آنے والے فتنوں کو ملاحظہ فرمایا۔

۷۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کسوف پڑھانے کے بعد خطبہ دیا، اس میں ارشاد فرمایا:

جو چیز بھی ہم نے نہیں دیکھی تھی، یہاں تک کہ جنت اور دوزخ، وہ ہم نے اس جگہ دیکھ لی۔ ؎4

۸۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ! یہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ تمہیں سلام کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کہا، وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضور! آپ وہ کچھ دیکھتے ہیں جو میں نہیں دیکھتی۔ ؎5

؎1 عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: خصائص کبریٰ (مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد) ج ۱، ص ۶۱

؎2 محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۷۹

؎3 ایضاً، ج ۱، ص ۲۵۲

؎4 ایضاً، ج ۱، ص ۱۸

؎5 ایضاً، ج ۱، ص ۵۳۲

۹- نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت ہمارے کندھوں کے درمیان رکھا، تو میں نے اُس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں محسوس کی:

فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ [1]

تو میں نے وہ سب جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اس حدیث کو حضرت عبدالرحمٰن بن عایش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

۱۰- حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دستِ قدرت، میرے کندھوں کے درمیان رکھا، یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان محسوس کی۔

فَتَجَلّٰى لِيْ كُلُّ شَيْءٍ وَعَرَفْتُ [2]

ہر چیز مجھ پر منکشف ہو گئی اور میں نے پہچان لی۔

۱۱- دُنیا اور آخرت کی جو چیز بھی ہونے والی ہے، مجھ پر پیش کی گئی [3]

اس حدیث کو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کیا۔

۱۲- گزشتہ رات میری امت اس حجرے کے پاس میرے سامنے پیش کی گئی یہاں تک کہ میں ان میں سے ایک شخص کو اتنا پہچانتا ہوں کہ اس کا ساتھی بھی اتنا نہیں پہچانتا، میری امت مٹی کی صورتوں میں پیش کی گئی۔ (طب - والضیاء - عن حذیفۃ بن اسید [4]

۱۳- حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] محمد بن عبداللہ الخطیب: مشکوٰۃ شریف (مطبوعہ کراچی) ص ۷۰

[2] ایضاً، ص ۷۲

(ب) احمد بن حنبل، امام: مسند امام احمد (بیروت) ۵/۲۴۳

[3] ایضاً: ۱/۴

[4] علی متقی، امام: کنز العمال (طبع حلب) ۱۱/۱۰۸

اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے زمین کو لپیٹ دیا، تو ہم نے اُس کے مشرقی اور مغربی حصوں کو دیکھا۔ [1]

۱۴- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ۔ [2]

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دُنیا کو پیش فرما دیا، تو میں اسے اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر فعل مضارع ہے اور ایسا جملہ اسمیہ ... پر دلالت کرتا ہے، جیسے کہ علمِ معانی میں بیان کیا گیا ہے، لہٰذا اس جملے کا مطلب ... اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والی چیزوں کو دوام ... کے ساتھ ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ نظر کی یہ وسعت دنیا کی زندگی میں تھی، تو عالمِ آخرت جو دُنیا سے کہیں زیادہ وسیع ہے، اس میں نظر کی وسعت کا کیا عالم ہوگا؟

امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک حدیث نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ دُنیا کی نسبت آخرت کی وسعت کا وہی حال ہے، جو رحمِ مادر کی تاریکی کی نسبت دُنیا کی وسعت کا حال ہے۔ [3]

علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے دُنیا کو اس طرح ظاہر و منکشف فرمادیا کہ اس میں جو کچھ ہے سب کا ہم نے احاطہ کرلیا۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری، امام: صحیح مسلم (رشیدیہ، دہلی) ج ۲، ص ۳۹

[2] علی المتقی، امام: کنز العمال (طبع حلب) ج ۱۱، ص ۳۷۸

[3] محمد بن محمد غزالی امام: احیاء العلوم الدین (دار المعرفۃ، بیروت) ج ۴، ص ۴۹۴

كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰى كَفِّيْ هٰذِهٖ - یہ اشارہ ہے اس امر کی طرف کہ آپ نے حقیقۃً دیکھا اور اس احتمال کو دُور کر دیا کہ نظر سے مُراد علم ہے ۔ [1]

سوال، کنز العمال (۶/۹۵) میں ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔ ضعیف حدیث سے تو عمل سے متعلق احکام بھی ثابت نہیں کیے جا سکتے، حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ کیسے ثابت ہو گا؟

جواب ،(۱) اس حدیث کو حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تین ائمہ محدثین نے روایت کیا ہے: (۱) امام نعیم بن حماد (م ۲۲۸ھ) (۲) امام طبرانی (م ۳۶۰ھ) (۳) امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ (م ۴۳۰ھ) کنز العمال میں صرف امام نعیم بن حماد کی روایت ذکر کر کے کہا گیا ہے کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ باقی دو سندوں کے بارے میں ضعف کا حکم نہیں لگایا گیا۔ [2] اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کی سند ضعیف ہے، باقی دو سندیں ضعیف نہیں ہیں۔ حدیث ضعیف تعددِ طرق سے قوت حاصل کر کے حسن لغیرہٖ بن جاتی ہے، لہٰذا یہ حدیث مبارک ایک سند کے اعتبار سے بھی ضعیف نہ رہی بلکہ ترقی کر کے درجۂ حسن کو پہنچ گئی ہے۔

(۲) اس حدیث کا ضعیف ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، تو ہمارے لیے مُضر نہیں، کیونکہ عقیدۂ حاضر وناظر جن آیات واحادیث سے ثابت ہے، اُن کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جا رہا ہے۔ پیشِ نظر حدیث ہمارے عقیدے کی بنیادی اور مرکزی دلیل نہیں، بلکہ تائیدی اور توثیقی دلیل ہے۔

۱۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تجلی فرمائی تو وہ تاریک

[1] محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: زرقانی علی المواہب (الطبع القدیم) ج ۷، ص ۲۳۴

[2] علی المتقی، علامہ: کنز العمال (مکتبۃ التراث الاسلامی حلب) ج ۱۱، ص ۴۲۰

رات میں دس فرسخ (تیس میل) کے فاصلے پر پتھر پر چلنے والی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔ [1]

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کوہِ طور پر صفاتی تجلی ڈالی تھی، اُس کے دیکھنے سے بینائی اس قدر تیز ہو گئی کہ تیس میل کے فاصلے پر رات کی تاریکی میں چلنے والی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ذاتِ باری تعالیٰ کے دیدار سے مشرف فرمایا گیا۔ آپ کے بارے میں ارشاد ہے: مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی، آپ کی نظر کی وسعت کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟

مشاہدۂ اعمال

امام ابو عبد اللہ قرطبی التذکرہ کے ”بَابُ مَا جَاءَ فِيْ شَهَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى اُمَّتِهٖ“ میں فرماتے ہیں:

ابن مبارک فرماتے ہیں کہ ہمیں ایک انصاری نے منہال ابن عمرو سے خبر دی کہ انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا کہ ہر دن صبح وشام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمت آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہے، تو آپ انہیں اُن کی علامتوں اور اعمال سے پہچانتے ہیں، اسی لیے آپ ان کے بارے میں گواہی دیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۔ [2]

علامہ ابن کثیر اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

[1] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۹، ص ۵۳

[2] محمد بن احمد القرطبی، امام: التذکرۃ (المکتبۃ التوفیقیہ) ص ۳۳۹

ب۔ ایضاً: الجامع لاحکام القرآن (طبع بیروت) ج ۵، ص ۱۹۸

یہ ایک تابعی کا قول ہے اور منقطع ہے، کیونکہ اس کی سند میں ایک مبہم شخص ہے، جس کا نام نہیں لیا گیا، نیز یہ سعید بن مسیّب کا قول ہے، اسے انہوں نے مرفوعاً بیان نہیں کیا۔

تاہم امام قرطبی نے اسے قبول کیا ہے اور اسے بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اس سے پہلے گزر چکا ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر پیر اور جمعرات کو پیش کیے جاتے ہیں۔ انبیاء کرام، آباء اور ماؤں کے سامنے جمعہ کے دن پیش کیے جاتے ہیں۔ امام قرطبی نے فرمایا کہ ان روایات میں تعارض نہیں ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہر دن اعمال کا پیش کیا جانا آپ کی خصوصیت ہو اور جمعہ کے دن دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی آپ کے سامنے اعمال پیش کیے جاتے ہوں۔ [1]

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم ہمارے سامنے ناموں اور علامتوں کے ذریعے پیش کیے جاتے ہو، لہٰذا تم ہماری بارگاہ میں اچھی طرح درود شریف پیش کیا کرو۔

یہ حدیث صحیح ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مُرسلاً روایت کیا [2]

یہ بھی ارشاد فرمایا:

ہماری (ظاہری) زندگی تمہارے لیے بہتر ہے، تم گفتگو کرتے ہو اور تمہارے ساتھ بات کی جاتی ہے، جب ہمارا وصال ہو جائے گا، تو ہمارا وصال تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ تمہارے اعمال ہمارے سامنے پیش کیے جائیں گے۔

---

[1] اسمٰعیل بن کثیر القرشی، تفسیر ابن کثیر (عیسی البابی، مصر) ج ۱، ص ۷۹۹

[2] علی المتقی، امام: کنز العمال (ط: حلب) ۱/ ۴۹۸

پس اگر ہم اچھے اعمال دیکھیں گے تو اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور اگر بُرے عمل دیکھیں گے، تو تمہارے لیے بخشش کی دُعا کریں گے۔ یہ حدیث ابن سعد نے حضرت بکر بن عبداللہ سے مُرسلاً روایت کی۔ [1]

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا درود شریف پڑھنے والوں کے درود کا سُننا بھی مشاہدۂ اعمال میں شامل ہے۔ امام طبرانی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو بندہ بھی ہماری بارگاہ میں درود شریف پیش کرتا ہے، اُس کی آواز ہمیں پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ ہم نے عرض کیا کہ آپ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا: ہمارے وصال کے بعد بھی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کے اجسام کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ [2]

امام علامہ سید محمد بن سلیمان جزولی رحمہ اللہ تعالیٰ، دلائل الخیرات کی فصل فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ہم اپنے محبت والوں کا درود سنتے ہیں، دوسروں کا درود ہم پر پیش کیا جاتا ہے

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

علماء امت کے مذاہب اور اختلافات کی کثرت کے باوجود کسی ایک شخص کا بھی اس مسئلے میں اختلاف نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجاز کے شائبہ اور تاویل کے وہم کے بغیر حقیقی حیات کے ساتھ دائم و باقی اور اعمالِ امت پر حاضر و ناظر ہیں۔ [3]

---

[1] علی المتقی، امام: کنز العمال (ط: حلب) ۱۱/ ۴۰۷

[2] ابن القیم، علامہ: جلاء الافہام (ط: فیصل آباد) ص ۶۳

[3] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مکتوبات برحاشیہ اخبار الاخیار (طبع سکھر) ص ۱۵۵

عقیدہ حاضر و ناظر

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لیے حاضر و ناظر بولا جاتا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ کی بشریت مطہرہ اور جسم خاص ہر جگہ ہر شخص کے سامنے موجود ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے مقام رفیع پر فائز ہونے کے باوجود تمام کائنات کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرماتے ہیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنی روحانیت اور نورانیت کے اعتبار سے بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہو سکتے ہیں اور اولیاء کرام خواب اور بیداری میں آپ کے جمال اقدس کا مشاہدہ کرتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں رحمت و عنایت سے مسرور و محظوظ فرماتے ہیں۔ گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ تعالیٰ کے حرم خاص میں موجود ہونا اور اپنے غلاموں کے سامنے جلوہ فگن ہونا، سرکار کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ناظر ہونے کا مفہوم ہے — یہ بھی پیش نظر رہے کہ یہ عقیدہ ظنیہ اور از قبیل فضائل ہے، اس کے لئے دلائل قطعیہ کا ہونا ضروری نہیں، بلکہ دلائل ظنیہ بھی مفید مقصد ہیں۔

علامہ سعد الدین تفتازانی علیہ الرحمہ، تفضیل رسل کی بحث میں فرماتے ہیں،

مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ ظنی ہے اور ظنی مسائل میں ظنی دلائل کافی ہوتے ہیں[1]

علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

حاصل جواب یہ ہے کہ اعتقادی مسائل دو قسم ہیں، (۱) وہ مسائل جن میں یقین مطلوب ہوتا ہے جیسے واجب الوجود کا ایک ہونا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ

۱؎ مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح عقائد (ط: لکھنؤ)، ص ۱۲۶

علیہ وسلم کا سچا ہونا (۲)، وہ مسائل جن میں ظن کافی ہوتا ہے جیسے کہ یہ مسئلہ ہے۔ پہلی قسم میں ظنی دلیل کافی نہیں ہوتی، جبکہ دوسری قسم میں کافی ہوتی ہے[1]

آئندہ صفحات میں یہ عقیدہ قرآن و حدیث اور ارشادات سلف و خلف سے پیش کیا جاتا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وسعت نظر اور مشاہدہ کا بیان کسی قدر گزشتہ صفحات میں پیش کیا جا چکا ہے۔

آیات مبارکہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (الاحزاب: ۲۲/۴۵)

اے غیب کی خبریں دینے والے نبی! بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر۔

علامہ ابو السعود (م ۹۵۱ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اے نبی! ہم نے تمہیں ان لوگوں پر شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر بھیجا، جن کی طرف آپ مبعوث ہیں، آپ ان کے احوال و اعمال کا مشاہدہ اور نگرانی کرتے ہیں، آپ ان سے صادر ہونے والی تصدیق و تکذیب اور ہدایت و ضلالت کے بارے میں گواہی حاصل کرتے ہیں اور قیامت کے دن آپ ان کے حق میں یا ان کے خلاف جو گواہی دیں گے، وہ مقبول ہوگی۔[2]

علامہ سلیمان جمل نے الفتوحات الالٰہیۃ (ج ۳، ص ۴۴۲) اور علامہ سید محمود آلوسی نے تفسیر روح المعانی (ج ۲۲، ص ۴۵) میں یہی تفسیر کی ہے۔

امام محی السنۃ علاء الدین خازن رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۷۴۱ھ) نے ایک تفسیر یہ بیان کی ہے:

۱؎ عبد العزیز پرہاروی، علامہ: نبراس، ص ۵۹۸

۲؎ محمد بن محمد العمادی، ابو السعود، امام: تفسیر ابو السعود (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۷، ص ۴۲

شَاهِدًا عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - لہ

آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام، ہر مومن اور کافر کو شامل ہے۔ لہٰذا اُمتِ دعوت میں ہر مومن اور کافر داخل ہے، البتہ امتِ اجابت میں صرف وہ خوش قسمت افراد داخل ہیں جو حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت پر مشرف باسلام ہوئے آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَيْهِمْ (جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا) اور عَلَى الْخَلْقِ كُلِّهِمْ کہہ کر حضراتِ مفسرین نے اشارہ کیا ہے کہ آپ صرف اہلِ ایمان ہی نہیں، بلکہ کافروں کے احوال بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں، اسی لیے آپ مومنوں کے حق میں اور کافروں کے خلاف گواہی دیں گے۔

علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

بعض اکابر صوفیہ نے اشارہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بندوں کے اعمال پر آگاہ کیا اور آپ نے انہیں دیکھا اسی لیے آپ کو شاہد کہا گیا۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہٗ نے فرمایا:

در نظر بودش مقامات العباد   زاں سبب نامش خدا شاہد نہاد لہ

بندوں کے مقامات آپ کی نظر میں تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام شاہد رکھا۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں،

لہ علی بن محمد البغدادی الشہیر بالخازن، تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل (مصطفی البابی، مصر) ج ۵، ص ۲۶۶

لہ محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۴۵

محمد بن عمر بن حسین الرازی، امام: تفسیر کبیر (مطبعہ بھیہ، مصر) ج ۲۵، ص ۲۱۶

اللہ تعالیٰ کے فرمان شَاهِدًا میں کئی احتمال ہیں۔ (پہلا احتمال یہ ہے کہ) آپ قیامت کے دن مخلوق پر گواہی دینے والے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (اور رسول تم پر گواہ ہوں گے اور نگہبان) اس بنا پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہد بنا کر بھیجے گئے ہیں یعنی آپ گواہ بنتے ہیں اور آخرت میں آپ شہید ہوں گے، یعنی اس گواہی کو ادا کریں گے جس کے آپ حامل بنے تھے۔ لہ

علامہ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں آپ کی سُنت کی حقیقی پیروی کی جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ آپ موجودات کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔ آپ ہی محبوبِ ازلی ہیں۔ باقی تمام مخلوق آپ کے تابع ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا۔

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی پہلی مخلوق ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ربوبیت کے شاہد ہیں اور عدم سے وجود کی طرف نکالی جانے والی تمام ارواح، نفوس، اجرام وارکان، اجسام و اجساد، معدنیات، نباتات، حیوانات، فرشتوں اور جنات، شیاطین اور انسانوں وغیرہ کے شاہد ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کے افعال کے اسرار، عجائبِ صنعت اور غرائبِ قدرت میں سے جس چیز کا ادراک مخلوق کے لیے ممکن ہو، وہ آپ کے مشاہدہ سے خارج نہ رہے آپ کو ایسا مشاہدہ عطا کیا کہ کوئی دوسرا اس میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: عَلِمْتُ مَا كَانَ وَمَا سَيَكُوْنُ (ہم نے جان لیا) وہ سب جو ہو چکا اور جو ہوگا، کیونکہ

لہ محمد بن عمر حسین الرازی، امام: تفسیر کبیر (مطبعۃ بھیہ، مصر) ج ۲۵، ص ۲۱۶

آپ نے سب کا مشاہدہ کیا، اور ایک لمحہ بھی غائب نہیں رہے۔ آپ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی، اسی لیے فرمایا: ہم اس وقت بھی نبی تھے، جبکہ آدم علیہ السلام مٹی اور پانی کے درمیان تھے، یعنی ہم پیدا کیے گئے تھے اور جانتے تھے کہ ہم نبی ہیں اور ہمارے لئے نبوت کا حکم کیا گیا ہے جبکہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام کا جسم اور روح پیدا نہیں کی گئی تھی۔ آپ نے اُن کی پیدائش، اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا۔

آپ نے ابلیس کی پیدائش دیکھی اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کے سبب اس پر جو کچھ گزرا، اُسے راندۂ درگاہ اور ملعون قرار دیا گیا سب کچھ ملاحظہ فرمایا۔ ایک حکم کی مخالفت کی بناء پر اس کی طویل عبادت اور وسیع علم رائیگاں گیا۔

انبیاء و رسل اور اُن کی اُمتوں پر وارد ہونے والے حالات کے علوم آپ کو حاصل ہوئے۔ [1]

٢- ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرة، ٢/١٤٣)

اور یہ رسول تمہارے گواہ (اور حاضر و ناظر) ہیں۔

علامہ اسمٰعیل حقی اور شاہ عبد العزیز محدّث دہلوی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نورِ نبوت کے ذریعے ہر دیندار کے بارے میں جانتے ہیں کہ اس کے دین کا مرتبہ کیا ہے، اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور اس حجاب کو بھی جانتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کمالِ دین سے روک دیا گیا ہے۔ پس آپ اُمتیوں کے گناہوں، اُن کے

[1] اسمٰعیل حقی، امام: رُوح البیان (دار احیاء التراث العربی بیروت) ج ٩، ص ١٨

ایمان کی حقیقت، اُن کے اعمال، نیکیوں، برائیوں اور اخلاص و نفاق وغیرہ کو جانتے ہیں۔ [1]

علامہ امام ابن الحاج رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اُمت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں اور عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیاتِ مبارکہ اور وصال میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ سب کچھ آپ پر عیاں ہے اور اس میں کچھ خفاء نہیں ہے۔ [2]

٣- وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (النساء، ٤/٤١)

ان آیاتِ مبارکہ میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شاہد اور شہید کہا گیا ہے۔ ان دونوں کا مصدر شہود اور شہادت ہے۔ آیئے دیکھیں کہ علماءِ لغت اور ائمہ دین نے اس کا کیا معنی بیان کیا ہے؟

امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ٥٠٢ھ) فرماتے ہیں:

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِيْرَةِ .... وَالشَّهَادَةُ قَوْلٌ صَادِرٌ عَنْ عِلْمٍ حَصَلَ بِمُشَاهَدَةِ بَصِيْرَةٍ اَوْ بَصَرٍ .... وَاَمَّا الشَّهِيْدُ فَقَدْ يُقَالُ لِلشَّاهِدِ وَالْمُشَاهِدِ لِلشَّيْءِ... وَكَذَا قَوْلُهٗ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝

شہود اور شہادت کا معنی مشاہدہ کے ساتھ حاضر ہونا ہے۔ مشاہدہ آنکھ سے

[1] (ا) اسمٰعیل حقی، امام: رُوح البیان، ج ١، ص ٢٤٨
(ب) عبد العزیز محدّث دہلوی، علامہ شاہ: تفسیر عزیزی فارسی (طبع دہلی) ج ١، ص ٥١٨

[2] (ا) ابن الحاج، امام: المدخل (دار الکتاب العربی، بیروت) ج ١، ص ٢٥٢
(ب) احمد بن محمد القسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع الزرقانی (طبع مصر ١٢٩٢ھ) ج ٨، ص ٣٤٨

ہو یا بصیرت سے، شہادت اس قول کو کہتے ہیں جو آنکھ یا بصیرت کے مشاہدے سے حاصل ہونے والے علم کی بناء پر صادر ہو، رہا شہید تو وہ گواہ اور شے کا مشاہدہ کرنے والے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہی معنی ہے (جس کا ترجمہ ہے) کیا حال ہوگا؟ جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔ [1]

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

شہادت، مشاہدہ اور شہود کا معنیٰ دیکھنا ہے، جب تم کسی چیز کو دیکھو تو تم کہتے ہو: شَاهَدْتُ كَذَا (میں نے فلاں چیز دیکھی) چونکہ آنکھ کے دیکھنے اور دل کے پہچاننے میں شدید مناسبت ہے، اس لیے دل کی معرفت اور پہچان کو بھی مشاہدہ اور شہود کہا جاتا ہے۔ [2]

امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں:

شہادت کی تین شرطیں ہیں، جن کے بغیر وہ مکمل نہیں ہوتی،

(۱) حاضر ہونا (۲) جو کچھ دیکھا ہے اسے محفوظ رکھنا (۳) گواہی کا ادا کرنا [3]

امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ (م ۴۶۵ھ) فرماتے ہیں:

وَمَعْنَى الشَّاهِدِ الْحَاضِرُ فَكُلُّ مَا هُوَ حَاضِرٌ قَلْبَكَ فَهُوَ شَاهِدُكَ [4]

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شاہد ہیں اور شاہد کا معنیٰ حاضر ہے جیسے کہ امام قشیری نے فرمایا۔ امام اصفہانی کے مطابق شہادت کا معنیٰ مع المشاہدۃ ہے۔

---

[1] حسین بن محمد الملقب بالراغب الاصفہانی، المفردات (نور محمد، کراچی) ص ۲۶۹ - ۷۰

[2] محمد بن عمر بن حسین رازی، امام: تفسیر کبیر (المطبعۃ المصریۃ) ج ۴، ص ۱۱۳، ۱۴

[3] محمد بن احمد القرطبی، امام: التذکرہ (المکتبۃ التوفیقیۃ) ص ۱۸۳

[4] عبدالکریم بن ہوازن ابوالقاسم، امام: الرسالۃ القشیریۃ (مصطفی البابی، مصر) ص ۴۷

خواہ مشاہدہ سر کی آنکھوں سے ہو یا دل کی بصیرت سے۔ کہنے دیجیے کہ قرآن پاک کی آیات سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حاضر و ناظر بنایا ہے۔ اس عقیدے کو اپنی نادانی اور جہالت کی بناء کوئی شخص نہیں مانتا، تو بے شک نہ مانے، لیکن اُسے شرک قرار دینے کا قطعاً جواز نہیں۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کس کی نسبت سے حاضر و ناظر ہیں؟ اس سے پہلے مستند تفاسیر کے حوالے سے بیان کیا جا چکا ہے۔ امام رازی اور امام خازن نے فرمایا کہ آپ قیامت کے دن تمام مخلوق پر گواہ ہوں گے۔ امام ابو سعود نے فرمایا جن کی طرف آپ کو بھیجا گیا ہے اُس کا مطلب بھی وہی ہے جو امام رازی نے بیان کیا، کیونکہ حدیث شریف میں ہے۔:

أُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ [1] ہم تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں

مخالفین کہتے ہیں کہ شاہد اور شہید کے الفاظ دوسرے لوگوں کے لیے بھی وارد ہوئے ہیں، کیا آپ انہیں بھی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرح حاضر و ناظر مانیں گے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر شاہد اپنی شہادت کے دائرہ کار تک حاضر و ناظر ہوتا ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو تمام اُمت اور تمام مخلوق کے شاہد ہیں۔ کوئی شاہد ایسا پیش نہیں کیا جا سکتا، جس کی شہادت کا دائرہ اتنا وسیع ہو، لہٰذا نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرح کسی کو حاضر و ناظر ماننے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

۵۔ اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ (الاحزاب ۳۳/۶)

علامہ آلوسی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا:

(النَّبِيُّ أَوْلٰى) أَيْ أَحَقُّ وَأَقْرَبُ إِلَيْهِمْ (مِنْ أَنْفُسِهِمْ) [2]

نبی اُن کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اور اُن کے زیادہ قریب ہیں۔

---

[1] مسلم بن الحجاج القشیری، امام: صحیح مسلم شریف (طبع کراچی) ج ۱، ص ۱۹۹

[2] محمود آلوسی، علامہ، سید: رُوح المعانی، ج ۲۱، ص ۱۵۱

شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا ترجمہ کیا ہے:

پیغمبر نزدیک تراست بمومناں از ذات ہائے ایشاں [1]

پیغمبر مومنوں کے زیادہ قریب ہے، ان کی ذوات سے بھی۔

دیوبندی مکتبِ فکر کے پہلے امام، محمد قاسم نانوتوی کہتے ہیں:

(اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ) جس کے معنی یہی ہیں کہ نبی نزدیک ہے مومنوں سے بہ نسبت اُن کی جانوں کے، یعنی اِن کی جانیں ان سے اتنی نزدیک نہیں، جتنا نبی ان کے نزدیک ہے۔ اصل معنیٰ اولیٰ کے اقرب ہیں۔ [2]

اللہ اکبر! عقیدۂ حاضر و ناظر کی یہ کتنی کھلی تائید اور ترجمانی ہے؟ اب بھی اگر کوئی شخص نہ مانے، تو ہمارے پاس اِس کا کیا علاج ہے؟

کیا یہ قرب صرف صحابۂ کرام سے خاص تھا یا قیامت تک آنے والے تمام مومنوں کو شامل ہے؟ اس سلسلے میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیں، اور فیصلہ خود کریں۔

مَا مِنْ مُّؤْمِنٍ اِلَّا وَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِہٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ [3]

ہم دُنیا و آخرت میں دوسرے تمام لوگوں کی نسبت ہر مومن کے زیادہ قریب ہیں۔

۶۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ (الانبیاء ۲۱/۱۰۷)

اے حبیب! ہم نے تمہیں نہیں بھیجا، مگر رحمت تمام جہانوں کے لیے۔

یہ بھی ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّکَ اِلَّا ھُوَ (المدثر ۷۴/۳۱)

---

[1] عبدالحق محدث دہلوی، شیخ محقق: مدارج النبوۃ فارسی (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) ج ۱، ص ۸۱
[2] محمد قاسم نانوتوی: آب حیات (مجتبائی دہلی) ص ۳۷
(ب) ایضاً: تحذیر الناس (مکتبہ امدادیہ، دیوبند) ص ۱۰
[3] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی، دہلی) ج ۲، ص ۸۰۵

اور تیرے رب کے لشکروں کو وہی جانتا ہے۔

ان آیات کے پیشِ نظر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات بیشمار ہیں اور ہمارے آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے لیے رحمت ہیں۔ یہ تعلق سمجھنے کے لیے درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں۔ علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تمام جہانوں کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ ممکنات پر ان کی قابلیتوں کے مطابق جو فیضِ الٰہی وارد ہوتا ہے، سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس فیض کا واسطہ ہیں، اسی لیے آپ کا نور سب سے پہلے پیدا کیا گیا حدیث میں ہے "اے جابر! اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا" اور یہ بھی ہے کہ "اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور ہم تقسیم کرنے والے ہیں"۔ اس سلسلے میں صوفیائے کرام کا کلام کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ [1]

علامہ اسمٰعیل حقی (م ۱۱۳۷ھ) تفسیر عرائس البیان کے حوالے سے فرماتے ہیں:

اے دانشور! بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اُس نے سب سے پہلے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا۔ پھر عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام مخلوقات کو آپ کے نور کی ایک جز سے پیدا فرمایا۔ پس آپ کو وجود اور شہود کی طرف بھیجنا ہر موجود کے لئے رحمت ہے، لہٰذا آپ کا موجود ہونا مخلوق کا ہونا ہے اور آپ کا موجود ہونا وجودِ مخلوق اور تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سبب ہے۔ پس آپ ایسی رحمت ہیں جو سب کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ بھی سمجھا دیا کہ تمام مخلوق فضاء قدرت میں بے رُوح صورت کی طرح پڑی ہوئی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا انتظار کر رہی تھی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

---

[1] محمود آلوسی، علامہ، سید: رُوح المعانی، ج ۱۷، ص ۱۰۵

تشریف لائے، تو عالم آپ کے وجودِ مسعود کی بدولت زندہ ہوگیا، کیونکہ آپ تمام مخلوقات کی رُوح ہیں۔ [1]

احادیثِ مُبارکہ

پہلی حدیث

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا، جب تم میں سے ایک شخص نماز پڑھے، تو کہے:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۝

فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمُوْهَا اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ لِّلّٰهِ صَالِحٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ [2]

تمام عباداتِ قولیہ، فعلیہ اور مالیہ اللہ تعالیٰ کے لیے۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔

جب تم یہ کلمات کہو گے، تو اللہ تعالیٰ کے زمین و آسمان میں رہنے والے ہر نیک بندے کو پہنچیں گے۔

---

[1] (ا) اسمٰعیل حقی، علامہ، امام، تفسیر رُوح البیان (طبع بیروت) ج ۵، ص ۵۲۸

(ب) روزبہان، علامہ شیخ، تفسیر عرائس البیان (نولکشور لکھنؤ) ج ۲، ص ۵۲

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام، بخاری شریف (رشیدیہ دہلی) ج ۱، ص ۱۱۵

غور کیجیے کہ نماز پڑھنے والا شرق و غرب، بحر و بر، زمین یا فضا جہاں بھی نماز پڑھے، اس کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کا حکم ہے کہ اپنی تمام عبادتوں کا ہدیہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کرنے کے بعد بصیغۂ خطاب اور ندا، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی بارگاہِ اقدس میں ہدیۂ سلام پیش کرے۔ یہ خیال ہرگز نہ کیا جائے کہ ہمارا سلام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو نہیں پہنچتا، محض خیالی صورت سامنے رکھ کر سلام عرض کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمۃ الباری کی روایت کردہ حدیثِ مذکورہ کے مطابق جب ہر نیک بندے کو سلام پہنچتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کے حبیبِ اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کیوں نہیں پہنچتا؟

اس جگہ سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ روشِ کلام کے مطابق غائب کا صیغہ اَلسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ لانا چاہیے تھا۔ خطاب کا صیغہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ کیوں لایا گیا ہے؟ علامہ طیبی نے جواب دیا کہ ہم ان کلمات کی پیروی کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابۂ کرام کو سکھائے۔

دوسرا جواب جسے علامہ بدر الدین عینی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور دیگر شارحینِ حدیث نے نقل فرمایا، حسبِ ذیل ہے:

اربابِ معرفت کے طریقے پر کہا جا سکتا ہے کہ جب نمازیوں نے التحیات کے ذریعے ملکوت کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی، تو انہیں حیّ لایموت کے دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی گئی، مناجات کی بدولت ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، انہیں آگاہ کیا گیا کہ یہ سعادت نبیِ رحمت حضور شفیعِ اُمّت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور آپ کی پیروی کی برکت سے ہے، اچانک انہوں نے توجہ کی، تو پتہ چلا کہ اَلْحَبِيْبُ فِيْ حَرَمِ الْحَبِيْبِ حَاضِرٌ محبوبِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم)، ربِّ کریم کی بارگاہ میں حاضر ہیں، تو اَلسَّلَامُ

عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہتے ہوئے آپ کی طرف متوجہ ہوگئے۔

علامہ محمد عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا تقریر کے بعد فرماتے ہیں:

میرے والدِ علام اور استاذِ جلیل (علامہ عبد الحلیم لکھنوی) اپنے رسالہ "نور الایمان بزیارۃ آثار حبیب الرحمان" میں فرماتے ہیں کہ التحیات میں صیغۂ خطاب (اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ) لانے کا راز یہ ہے کہ گویا حقیقتِ محمدیہ ہر موجود میں جاری و ساری اور ہر بندے کے باطن میں حاضر ہے، اس حالت کا کامل طور پر انکشاف نماز کی حالت میں ہوتا ہے، لہٰذا محلِ خطاب حاصل ہو گیا۔ ۲

دراصل یہ رُوحانیت کا مسئلہ ہے جس شخص کا رُوحانیت کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ ہو، جسے معرفت کے ساتھ کوئی علاقہ ہی نہ ہو جو شخص بصیرت سے یکسر محروم ہو، وہ اس مسئلہ کو ہرگز تسلیم نہیں کرے گا اور سچی بات یہ ہے کہ ہمارا رُوئے سخن بھی اُن کی طرف نہیں ہے، ہمارا تو خطاب ہی ان لوگوں سے ہے جو اولیاءِ کرام اور انبیاءِ عظام علیہم السلام کی رُوحانی عظمتوں کو ماننے والے ہیں۔

شیخ محقق شاہ عبد الحق محدثِ دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمیشہ، تمام احوال و اوقات میں مومنوں

---

۱ محمود بن عینی، بدر الدین علامہ: عمدۃ القاری (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۶ ص ۱۱۱

(ب) احمد بن علی بن حجر عسقلانی، علامہ: فتح الباری (احیاء التراث العربی، بیروت) ج ۲، ص ۲۵۰

(ج) محمد بن عبد الباقی زرقانی، علامہ: شرح مواہب لدنیہ، ج ۷، ص ۷۸ - ۳۷۷

(د) ایضاً: زرقانی علی المؤطا (المکتبۃ التجاریۃ، مصر) ج ۱ ص ۱۹۰

(ہ) محمد عبد الحی لکھنوی، علامہ: السعایۃ فی کشف شرح الوقایۃ (سہیل اکیڈمی، لاہور) ج ۲، ص ۲۲۷

۲ محمد عبد الحی لکھنوی، علامہ: السعایۃ، ج ۲، ص ۲۲۸

کے پیشِ نظر اور عبادت گزاروں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں خصوصاً عبادت کی حالت میں اور بالخصوص اس کے آخر میں، کیونکہ ان احوال میں نورانیت اور انکشاف کا وجود ان احوال میں بہت زیادہ اور نہایت قوی ہوتا ہے۔

بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب اس بنا پر ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرّوں اور افرادِ ممکنات میں جاری و ساری ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں، لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ اس حقیقت سے آگاہ رہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس حاضر ہونے سے غافل نہ رہے، تاکہ قرب کے انوار اور معرفت کے اسرار سے منور اور فیض یاب ہو۔ ۱

لُطف کی بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے امام اور پیشوا، نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے مسک الختام، شرح بلوغ المرام ج ۱، ص ۲۴۴ میں بعینہٖ یہی عبارت درج کی ہے۔

اس مقام پر تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر کر ہم غیر مقلدین سے صرف اتنا پوچھنا چاہتے ہیں کہ عقیدۂ حاضر و ناظر کی بناء پر بریلویوں کو تو تم مشرک قرار دیتے ہو۔ کیا ان کے ساتھ نواب بھوپالی کو بھی زمرۂ مشرکین میں شمار کرو گے یا نہیں، اگر نہیں تو کیوں؟

اس جگہ مخالفین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ تشہد سے حاضر و ناظر کے عقیدہ پر استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں یہ التحیات پڑھا کرتے تھے۔ آپ کے وصال کے بعد ہم اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِيِّ پڑھنے لگے۔ اس کا جواب، حضرت ملا علی قاری کی زبانی سنیے، وہ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

---

۱ عبد الحق محدث دہلوی، شیخ محقق: اشعۃ اللمعات، فارسی (نوریہ رضویہ، سکھر) ج ۱، ص ۴۰۱

(ب) نور الحق محدث دہلوی، علامہ: تیسیر القاری شرح صحیح بخاری (مطبع علوی، لکھنؤ) ج ۱، ص ۷۳-۱۷۲

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہرہ میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوگیا، تو ہم اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ کہتے تھے۔ یہ امام ابوعوانہ کی روایت ہے۔ امام بخاری کی روایت اس سے زیادہ صحیح ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ان کے شاگرد راوی نے جو کچھ سمجھا، وہ بیان کردیا۔

امام بخاری کی روایت میں ہے، فَلَمَّا قُبِضَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ یَعْنِیْ عَلَی النَّبِیِّ جب نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوگیا تو ہم نے کہا اَلسَّلَامُ۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔ (لفظ یعنی بتا رہا ہے کہ بعد میں کسی نے وضاحت کی ہے، ۱۲ قادری) اس قول میں دو احتمال ہیں:

(۱) یہ کہ جس طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بصیغۂ خطاب سلام عرض کیا کرتے تھے۔ اسی طرح وصال کے بعد بھی کہتے رہے۔

(۲) ہم نے خطاب چھوڑ دیا تھا، جب لفظوں میں متعدد احتمال ہیں، تو (قطعی) دلالت نہ رہی، اسی طرح علامہ ابن حجر نے فرمایا۔ [1]

علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ ھ) علامہ قسطلانی کے حوالے سے اس روا[...] کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

یہ روایت، دوسری روایات کے مخالف ہے، جن میں یہ کلمات نہیں ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ یہ تبدیلی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم کی بنا پر نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ہم نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَی۔ [2]

---

[1] علی بن سلطان محمد القاری، امام: المرقاۃ (مکتبہ امدادیہ، ملتان) ج ۲، ص ۳۴۲

[2] محمد عبدالحی لکھنوی، علامہ: السعایۃ، ج ۲، ص ۲۲۸

یہی سبب ہے کہ جمہور صحابۂ کرام اور ائمۂ اربعہ نے اس طریقے کو اختیار نہیں کیا، بلکہ وہی تشہد پڑھتے رہے ہیں جس میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ہے۔

دوسرا اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ہم نبی اکرم رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کر کے سلام عرض نہیں کرتے، ہم تو واقعۂ معراج کی حکایت اور نقل کرتے ہوئے یہ کلمات ادا کرتے ہیں اور بس، لہٰذا ہم پر عقیدۂ حاضر و ناظر ماننا لازم نہیں آتا۔

اس اشکال کے کئی جواب ہیں:

۱۔ جس روایت کی بنا پر التحیات کے سلام کو واقعۂ معراج کی حکایت کہا جاتا ہے، اس کے بارے میں دیوبندی مکتبِ فکر کے مولوی انور شاہ کشمیری کہتے ہیں کہ مجھے اس کی سند نہیں ملی [1]

۲۔ جب التحیات میں حکایت اور نقل ہی مقصود ہے تو اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ بھی بطورِ حکایت ہوگا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے سے اعراض کا نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ہدیۂ عبادات پیش نہ ہوسکا۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

بخدا خدا کا یہی ہے در، نہیں اور کوئی مفر مقر
جو وہاں سے ہو یہیں آکے ہو، جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

۳۔ ابھی بخاری شریف کی حدیث گزری ہے کہ جب تم یہ کلمات کہتے ہو تو زمین و آسمان کے ہر نیک بندے کو سلام پہنچ جاتا ہے۔ اب اگر آپ کے قول کے مطابق سلام کہا ہی گیا، محض واقعہ معراج کی حکایت اور نقل کی گئی ہے تو ہر بندۂ صالح کو سلام پہنچنے کا کیا مطلب؟ ماننا پڑے گا کہ ہر نمازی حضور سیدِ عالم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ رب العزت کے نیک اور صالح بندوں کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے اور پیش کرتا ہے ـــــ اسی کو انشاءِ سلام کہتے ہیں۔

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری، عرف الشذی (مکتبۃ الرحیمیہ دیوبند) ص ۱۳۹

۴- ہمارے فقہاء کرام نے تصریح کردی ہے کہ انشاء سلام کا ارادہ ہونا چاہیے نہ کہ حکایت کا۔ تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے:

نمازی تشہد کے الفاظ سے ان معانی کا قصد کرے، جو ان الفاظ سے مراد ہیں اور یہ قصد بطورِ انشاء ہو، گویا وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اپنی ذات اور اولیاء اللہ پر سلام پیش کر رہا ہے، اخبار اور حکایتِ سلام کی نیت ہرگز نہ کرے۔ [1]

دوسری حدیث

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: بندے کو جب قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس چلے جاتے ہیں، تو وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سُن رہا ہوتا ہے کہ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں:

مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ لِمُحَمَّدٍ [2]

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں، تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟

وجہِ استدلال یہ ہے کہ هٰذا اسم اشارہ ہے اور اسماء اشارہ کا حقیقی استعمال محسوس اشارہ کے لیے ہوتا ہے۔ مولانا جامی رحمہ اللہ تعالیٰ کافیہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

اسماء اشارہ وہ اسماء ہیں جن کی وضع اس چیز کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہوتی ہے، جس کی طرف اعضاء اور جوارح کے ساتھ محسوس اشارہ

[1] علاء الدین الحصکفی، امام: درمختار (مجتبائی، دہلی) ج ۱، ص ۷۶، ۷۴

[2] محمد بن اسمٰعیل البخاری، امام: صحیح بخاری (رشیدیہ دہلی) ج ۱، ص ۱۸۳ - ۸۴،

کیا جائے۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ میں محسوس اشارہ نہیں ہے۔ اس جگہ اسم اشارہ کا استعمال مجازاً ہے۔ [1]

علامہ ابن حاجب فرماتے ہیں: وَيُقَالُ ذَا لِلْقَرِيْبِ۔

ذا کے ساتھ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

اُصولِ فقہ کا قاعدہ ہے کہ جب تک حقیقت پر عمل ہو سکے۔ مجاز ساقط اور ناقابلِ اعتبار ہوگا۔

حدیث شریف میں وارد کلمات هٰذَا الرَّجُل سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر قبر والے کے سامنے محسوس اور قریب ہوتے ہیں، کیونکہ هٰذا اسم اشارہ کا حقیقی معنیٰ یہی ہے جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ معلوم ذہنی کی طرف اشارہ ہے، انہیں ثابت کرنا پڑے گا کہ اس جگہ ایسا قرینہ پایا گیا ہے جو حقیقت کے مراد لینے سے مانع ہے ودونہ خرطُ القتاد۔ ہمیں بتایا جائے کہ وہ کونسا قرینہ ہے؟ جبکہ حقیقت کے مراد لینے کے لیے تو کسی قرینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بیک وقت ہزاروں افراد مرتے ہیں اور زیر زمین دفن کیے جاتے ہیں سب کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی ہے اور سب سے یہی سوال ہوتا ہے کہ تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟

ایک صاحب کہنے لگے کہ میت کے سامنے سے پردے اُٹھا دیے جاتے ہیں اسی لیے اُسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاتی ہے۔ راقم نے اُن سے گزارش کی کہ اُمتی کے سامنے سے تو عملاً پردے اُٹھا دیے جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے کونسا امر مانع ہے کہ آپ کے سامنے سے پردے نہیں اٹھائے جا سکتے؟ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُمتی کے سامنے سے پردے اُٹھ سکتے

[1] عبدالرحمٰن جامی، مُلّا، علامہ: شرح جامی (مطبع یوسفی، دہلی)، ص ۲۱۱

ہیں، نبی کے سامنے سے نہیں اُٹھ سکتے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

امام علامہ علی نورالدین حلبی، صاحب سیرتِ حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) فرماتے ہیں:

دو فرشتے قبر والے کو کہتے ہیں کہ تو اس شخصیت کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ (مَا تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ؟) اور اسم اشارہ کا اصل اور حقیقی معنیٰ یہ ہے کہ اس کے ساتھ صرف حاضر کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ بعض علماء کا یہ کہنا کہ ممکن ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذہناً حاضر ہوں، تو اس جگہ گنجائش نہیں ہے، کیونکہ ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی چیز ہے، جس نے تمہیں حقیقت کے چھوڑنے اور مجاز کے اختیار کرنے پر مجبور کیا ہے؟ لہٰذا ضروری ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم شریف (شخص کریم) کے ساتھ حاضر ہوں۔ [۱]

حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت

امام بخاری، مسلم اور ابوداؤد، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ رَآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطٰنُ بِیْ [۲]

"جس نے خواب میں ہماری زیارت کی، وہ عنقریب بیداری میں ہماری زیارت کرے گا اور شیطان ہماری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔"

بیداری میں زیارت سے مراد کیا ہے؟ آخرت میں یا دنیا میں؟ دنیا میں زیارت

[۱] یوسف بن نبہانی، علامہ: جواہر البحار (مصطفیٰ البابی، مصر) ج ۲، ص ۱۱۶
[۲] محمد بن اسمٰعیل البخاری، امام: صحیح بخاری (مجتبائی دہلی) ج ۲، ص ۱۰۳۵

مراد ہو تو یہ آپ کی حیاتِ ظاہرہ کے ساتھ خاص ہے یا بعد والوں کو بھی شامل ہے؟ پھر کیا یہ حکم ہر اس شخص کے لیے ہے جس کو خواب میں زیارت ہوئی یا اُن لوگوں کے ساتھ ہے، جن میں قابلیت اور سُنّت کی پیروی پائی جائے؟ اس سلسلے میں محدثین کے اقوال مختلف ہیں امام ابو محمد ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے عموم معلوم ہوتا ہے اور جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تخصیص کے بغیر تخصیص کرتا ہے، وہ سینہ زوری کا مرتکب ہے۔

امام علامہ جلال الدین سیوطی، امام ابن ابی جمرہ کا یہ قول نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا وعدۂ شریفہ پورا کرنے کے لیے خواب میں دیدار سے مشرف ہونے والوں کو بیداری میں بھی دولتِ دیدار عطا کی جاتی ہے، اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو۔

عوام النّاس کو یہ دولت گراں مایہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت حاصل ہوتی ہے۔ وہ حضرات جو پابندِ سنّت ہوں، انہیں ان کی کوشش اور سُنّت کی حفاظت کے مطابق زندگی بھر بکثرت یا کبھی کبھی زیارت حاصل ہوتی ہے۔ سنّتِ مطہرہ کی خلاف ورزی اس سلسلے میں بڑی رکاوٹ ہے۔ [۱]

امام مسلم، حضرت عمران بن حصین صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے سلام کہا جاتا تھا، میں نے گرم لوہے کے ساتھ داغ لگایا، تو یہ سلسلہ منقطع ہو گیا اور جب یہ ترک کیا، تو سلام کا سلسلہ پھر جاری ہو گیا۔ علامہ ابن اثیر نے نہایہ میں فرمایا:

فرشتے انہیں سلام کہتے تھے۔ جب انہوں نے بیماری کی وجہ سے گرم لوہے سے علاج کیا، تو فرشتوں نے سلام کہنا چھوڑ دیا، کیونکہ گرم لوہے سے داغ لگانا توکّل، تسلیم، صبر اور اللہ تعالیٰ سے شفا طلب کرنے کے خلاف ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ داغ لگانا ناجائز ہے۔ ہاں یہ توکّل کے خلاف ہے، جو

[۱] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲، ص ۲۵۶

اسباب کے اختیار کرنے کے مقابلے میں بلند درجہ ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ سُنّت کی خلاف ورزی برکات و کرامات کے حاصل ہونے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ امام قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) چند احادیث کی طرف اِشارہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

مجموعی طور پر ان احادیث کے پیشِ نظر یہ بات یقینی ہے کہ انبیاء کرام کی وفات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہم سے غائب کر دیئے گئے ہیں اور ہم ان کا ادراک نہیں کرتے۔ اگرچہ وہ زندہ موجود ہیں یہی حال فرشتوں کا ہے، کیونکہ وہ زندہ اور موجود ہیں، لیکن ہم میں سے انہیں کوئی نہیں دیکھتا سوائے اولیاء کرام کے، جنہیں اللہ تعالیٰ اس کرامت کے ساتھ خاص کرتا ہے۔ [2]

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: گویا ہم موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہے ہیں جب وہ تلبیہ کہتے ہوئے وادی میں اُترے۔ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب المناسک میں روایت کی۔ نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ حدیث امام بخاری نے کتاب الانبیاء میں روایت کی۔

امام نووی شارح مسلم فرماتے ہیں:

سوال: انبیاء کرام کیسے حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں؟ حالانکہ وہ وصال فرما چکے ہیں اور دارِ آخرت میں ہیں، جبکہ دارِ آخرت، دارِ عمل نہیں ہے؟

جواب: مشائخِ محدثین اور ہمارے سامنے اس کے کئی جواب آتے ہیں۔

ایک یہ ہے کہ انبیاء کرام، شہداء کی طرح زندہ ہیں، بلکہ اُن سے افضل ہیں۔ شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں، اس لیے بعید نہیں ہے کہ انبیاء کرام حج کریں اور نماز پڑھیں، جیسے کہ ایک دوسری حدیث میں وارد ہے اور یہ بھی بعید نہیں

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام، الحاوی للفتاوی ج ۲، ص ۲۵۷

[2] محمد بن احمد القرطبی، امام التذکرة (المکتبة التجاریة) ص ۱۹۱

کہ اپنی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کریں، کیونکہ وہ اگرچہ وصال فرما چکے ہیں، تاہم وہ اسی دُنیا میں ہیں جو کہ دارالعمل ہے۔ یہاں تک کہ جب دُنیا کی مدت ختم ہو جائے گی اور اس کے بعد دارِ آخرت آئے گا جو کہ دارالجزاء ہے، تو عمل منقطع ہو جائے گا۔ [1]

امام علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی اسی کے قریب بیان فرمایا۔ [2]

قاضی ابوبکر بن العربی فرماتے ہیں،

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دیدار صفتِ معلومہ کے ساتھ ہو تو یہ حقیقی ادراک ہے اور اگر اس سے مختلف صفت کے ساتھ ہو تو یہ مثال کا ادراک ہے۔

(علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ بہت عمدہ بات ہے) آپ کی ذاتِ اقدس کا رُوح اور جسم کے ساتھ دیدار محال نہیں ہے، کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور باقی انبیاء کرام زندہ ہیں۔ وصال کے بعد ان کی رُوحیں لوٹا دی گئی ہیں، اُنہیں قبروں سے نکلنے اور علوی اور سفلی جہان میں تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔ [3]

جو لوگ اس دُنیا میں ہیں، وہ عالمِ ملک اور عالمِ شہادت میں ہیں اور جو اس دُنیا سے رحلت کر گئے ہیں، وہ عالمِ غیب اور عالمِ ملکوت میں ہیں، عالمِ ملکوت میں چلے جانے والے ہمیں دکھائی دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں حجة الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

انہیں ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ انہیں ایک دوسری آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، جو ہر انسان کے دل میں پیدا کی گئی ہے، لیکن انسان نے اس پر شہواتِ نفسانیہ اور دُنیاوی مشاغل کے پردے ڈال رکھے ہیں۔ جب تک

---

[1] یحییٰ بن شرف نووی، امام، شرح مُسلم (بیروت) ۲/۲۲۸

[2] احمد بن حجر عسقلانی، امام، فتح الباری (بیروت) ۶/۳۷۸

[3] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام، الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۶۳

دل کی آنکھ سے یہ پردہ دُور نہیں ہوتا، اس وقت تک عالمِ ملکوت کی کسی چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔

چونکہ انبیاء کرام کی آنکھوں سے یہ پردہ دُور ہوتا ہے، اس لیے انہوں نے ضرور عالمِ ملکوت اور اس کے عجائب کا مشاہدہ کیا ہے۔ مُردے عالمِ ملکوت میں ہیں، ان کا مشاہدہ بھی کیا اور خبر دی . . . . ایسا مشاہدہ صرف انبیاء کرام کے لیے ہوسکتا ہے یا ان اولیاء کرام کے لیے جن کا درجہ انبیاء کرام کے قریب ہے [1]

خواب میں زیارت

بہت سے خوش قسمت حضرات کو خواب میں یا بیداری میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت حاصل ہوئی، چند واقعات ملاحظہ ہوں،

۱۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: مجھے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا کیا حال ہے؟ (کہ آپ میری طرف توجہ نہیں فرما رہے؟) میری طرف آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم روزے کی حالت میں بوسہ نہیں لیتے؟ میں نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ میں روزے کی حالت میں کسی عورت کا بوسہ نہیں لوں گا۔ [2]

۲۔ ایک شخص (حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی) نے رمادہ کے سال (۱۸ھ)، نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر خشک سالی

[1] محمد بن محمد غزالی، امام: احیاء علوم الدین (دار المعرفۃ بیروت)، ج ۴، ص ۵۰۴
[2] ایضاً: ج ۴، ص ۵۰۶

کی شکایت کی، انہیں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے حکم دیا کہ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ لوگوں کو لے کر آبادی سے باہر نکلو اور بارش کی دُعا مانگو۔ علامہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث زیرِ بحث مسئلے سے متعلق نہیں ہے، ایسے بہت سے واقعات نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ماسوا کے لیے بھی واقع ہوتے ہیں اور مجھے اس قسم کے بہت سے واقعات کا علم ہے۔ [1]

۳۔ حضرت ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی یعنی خواب میں، آپ کے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال گرد آلود تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیک وسلم) آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ فرمایا: ہم ابھی حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شہادت پر حاضر ہوئے تھے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے روایت فرمایا اور کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ [2]

۴۔ امام ترمذی نے شمائل ترمذی میں ایک باب قائم کیا ہے "بَابُ مَ [illegible] رُؤْيَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ" [illegible]س میں ان حضرات کی روایات لائے ہیں، جنہیں خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

۵۔ قاہرہ، مصر کے حضرت شیخ عبدالمقصود محمد سالم رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء) نے ایک کتاب "انوار الحق فی الصلوٰۃ علی سید الخلق سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم" لکھی ہے، جس میں درود پاک کے مختلف حسین وجمیل صیغے درج ہیں، انہیں درود شریف پڑھنے کا اتنا شوق پیدا ہوا کہ ہر روز پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے۔ وہ گورنمنٹ کے ملازم تھے، چھٹیوں میں یہ تعداد چودہ ہزار تک پہنچ جاتی۔ انہوں نے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہیں خواب میں حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت ہوتی تھی۔

[1] احمد بن تیمیہ، علامہ: اقتضاء الصراط المستقیم (طبع لاہور) ص ۳۷۲
[2] محمد بن عبداللہ الخطیب، امام: مشکوٰۃ المصابیح (طبع کراچی) ص ۵۷۰

یہ کتاب پاکستان میں اُردو ترجمہ کے ساتھ چھپ چکی ہے، اس وقت جو نسخہ راقم کے سامنے ہے، وہ مولانا الحاج محمد منشا تابش قصوری کی کوشش اور پیر بہاء الدین ہاشمی (مریدکے) کے اہتمام سے شائع ہوا ہے۔

بیداری میں زیارت

۱۔ امام عماد الدین اسماعیل بن ہبۃ اللہ، اپنی تصنیف مزیل الشبہات فی اثبات الکرامات میں فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے محاصرہ کے دنوں میں فرمایا: مجھے اس کھڑکی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی، فرمایا، عثمان! ان لوگوں نے تمہارا محاصرہ کر رکھا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں۔ فرمایا: انہوں نے تمہیں پیاس میں مبتلا کر دیا ہے؟ عرض کیا: جی ہاں! آپ نے ڈول لٹکایا جس میں پانی تھا۔ میں نے سیر ہو کر پانی پیا۔ یہاں تک کہ میں اس کی ٹھنڈک اپنے سینے میں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا: اگر چاہو تو ان کے خلاف تمہیں مدد دی جائے اور اگر چاہو تو ہمارے پاس افطار کرو۔ میں نے آپ کے پاس افطار کرنے کو ترجیح دی۔ چنانچہ وہ اسی دن شہید کر دیئے گئے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ مشہور ہے اور کتبِ حدیث میں سند کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ امام حارث بن اسامہ نے یہ حدیث اپنی مسند میں اور دیگر ائمہ نے بھی بیان کی ہے۔ امام عماد الدین نے اسے بیداری کا واقعہ قرار دیا ہے۔ ؎۱

۲۔ امام ابن ابی جمرہ فرماتے ہیں کہ بعض صحابہ (میرا گمان ہے کہ وہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں، سیوطی) کو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ انہیں یہ حدیث یاد آئی (کہ جسے خواب میں زیارت ہوئی، وہ بیداری میں بھی زیارت کرے گا) اور

؎۱ عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۶۲

اس بارے میں غور و فکر کرتے رہے۔ پھر ایک زوجہ ام المومنین (میرا گمان ہے کہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، سیوطی) کے پاس حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا۔ ام المومنین نے انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آئینہ لاکر دیا۔ صحابی فرماتے ہیں کہ میں نے آئینہ دیکھا تو مجھے اپنی صورت نہیں، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورتِ مبارکہ دکھائی دی۔ ؎۱

۳۔ شیخ سراج الدین ملقن، طبقات الاولیاء میں فرماتے ہیں، شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا: مجھے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا، بیٹے! گفتگو کیوں نہیں کرتے؟ عرض کیا، ابا جان! میں عجمی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے گفتگو کروں؟ فرمایا، منہ کھولو۔ میں نے منہ کھولا، تو آپ نے سات مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا اور حکم دیا کہ لوگوں سے خطاب کرو اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دو۔ میں نمازِ ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا، مخلوقِ خدا بڑی تعداد میں حاضر تھی۔ مجھ پر اضطراب طاری ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجلس میں میرے سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں، بیٹے! خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے عرض کیا، کیسے خطاب کروں؟ میری طبیعت پر تو ہیجان طاری ہے۔ فرمایا، منہ کھولو، میں نے منہ کھولا، تو آپ نے مجھے چھ مرتبہ لعابِ دہن عطا فرمایا: میں نے پوچھا، آپ نے سات کی تعداد کیوں نہیں پوری کی؟ تو فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احترام کے پیشِ نظر۔ ؎۲

۴۔ طبقات الاولیاء میں شیخ خلیفہ بن موسیٰ نہر ملکی کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

انہیں خواب اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بکثرت زیارت ہوتی تھی۔ ان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ان کے اکثر افعال خواب یا بیداری میں

؎۱ عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ج ۲، ص ۲۵۶

؎۲ محمود آلوسی، سید، علامہ: روح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۲ ص ۳۵

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حاصل کیے گئے تھے۔ ایک رات انہیں سترہ مرتبہ زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان ہی مواقع میں سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا خلیفہ! ہم سے تنگ نہ ہو، بہت سے اولیاء ہمارے دیدار کی حسرت لے کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔ [1]

۵۔ شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ، لطائف المنن میں فرماتے ہیں، ایک شخص نے شیخ ابو العباس مرسی سے عرض کیا، جناب! آپ اپنے ہاتھ کے ساتھ مجھ سے مصافحہ فرمائیں، کیونکہ آپ نے بہت سے شہر دیکھے ہیں اور بہت سے اللہ والوں سے ملاقات کی ہے۔ انہوں نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی سے مصافحہ نہیں کیا۔

شیخ ابو العباس مرسی نے فرمایا:

اگر ایک لمحے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے غائب ہو جائیں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہ کروں۔ [2]

۶۔ علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

ہو سکتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی ملاقات ہوئی ہو اور یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کاملین کو بیداری کی حالت میں آپ کی زیارت ہوئی اور انہوں نے استفادہ کیا۔ [3]

۷۔ حضرت سید احمد کبیر رفاعی، حج کرنے گئے، تو حجرۂ مبارکہ کے سامنے کھڑے ہو کر

---

[1] محمود آلوسی، سید، علامہ، روح المعانی ۲۲ / ۳۶ - ۳۵

[2] ایضاً، ۲۲ / ۳۶

[3] ایضاً، ۲۲ / ۳۵

اشعار پڑھے ؎

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلہا تقبل الارض عنی و ھی نائبتی
و ھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت فامدد یمینک کی تحظی بہا شفتی

ترجمہ: "میں دوری کی حالت میں اپنی روح کو بھیجا کرتا تھا، وہ میری نیابت میں زمین بوسی کیا کرتی تھی اور یہ جسمانی دولت ہے، میں جسمانی طور پر حاضر ہوں۔ آپ ہاتھ بڑھائیں تاکہ میرے ہونٹ اس سے فیض یاب ہوں۔"

روضۂ اقدس سے دستِ مبارک باہر نکلا جسے انہوں نے بوسہ دیا۔ [1]

۸۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ حالت ایک مدت تک رہی، پھر اتفاقاً ایک ولی کے مزار شریف کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ اس معاملے میں اس صاحبِ مزار بزرگ کو میں نے اپنا مددگار بنایا (ان سے مدد طلب کی) اللہ تعالیٰ کی مدد شامل ہو گئی اور معاملے کی حقیقت پوری طرح منکشف کر دی۔ حضرت خاتم المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ انور رونق افروز ہوئی اور میرے غمگین دل کو تسلی دی۔ [2]

ایک دوسرا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اتفاقاً آج صبح حلقۂ مراقبہ کے دوران کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰت والتسلیمات روحانیوں کی صورت میں تشریف لائے اور اس روحانی ملاقات میں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ہم روحین ہیں، اللہ تعالیٰ نے ہماری روحوں کو قدرتِ کاملہ عطا فرمائی ہے کہ وہ اجسام کی صورت میں متشکل ہو کر جسمانی حرکات و سکنات اور عبادات ادا کرتی ہیں جو اجسام ادا کیا کرتے ہیں۔ [3]

---

[1] عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی ۲ / ۲۶۱

[2] احمد سرہندی، امام ربانی، شیخ: مکتوبات امام ربانی فارسی، دفتر اول، مکتوب نمبر ۲۲۰

[3] ایضاً: " " " " مکتوب نمبر ۲۸۲

۹- دیوبندی مکتبِ فکر کے شیخ الحدیث محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

میرے نزدیک بیداری میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ممکن ہے، جسے اللہ تعالیٰ یہ سعادت عطا فرمائے جیسے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے کہ انہیں بائیس مرتبہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے آپ سے کئی حدیثوں کے بارے میں دریافت کیا، اور آپ کے صحیح قرار دینے پر ان احادیث کو صحیح قرار دیا۔ [1]

۱۰- یہ بھی ان ہی کا بیان ہے کہ علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ سے بخاری شریف پڑھی، ان کے نام بھی گنوائے، ان میں سے ایک حنفی تھا۔ ان میں سے ایک حنفی تھا۔ انہوں نے وہ دعا بھی لکھی جو ختم بخاری کے موقع پر فرمائی مولوی محمد انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں:

—— فَالرُّؤْيَةُ يَقْظَةً مُتَحَقِّقَةٌ وَاِنْكَارُهَا جَهْلٌ [2]

ترجمہ: بحالتِ بیداری زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار جہالت ہے

۱۱- حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کی، تو آپ کی روحِ انور کو ظاہر و عیاں دیکھا تو فقط عالم ارواح میں نہیں، بلکہ حواس کے قریب عالم مثال میں، تب مجھے معلوم ہوا کہ عوام الناس جو نمازوں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر ہونے اور لوگوں کو امامت کرانے کا ذکر کرتے ہیں۔ اس کی بنیاد یہی دقیقہ ہے [3]

---

[1] محمد انور شاہ کشمیری: فیض الباری (مطبعۃ حجازی، قاہرہ) ج ۱، ص ۲۰۴

[2] ایضاً: ج ۱، ص ۲۰۴

[3] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: فیوض الحرمین (محمد سعید، کراچی) ص ۸۲

محدث دہلوی علیہ الرحمہ مزید فرماتے ہیں:

پھر میں چند بار روضۂ عالیہ مقدسہ کی طرف متوجہ ہوا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک لطافت کے بعد دوسری لطافت میں ظہور فرمایا۔ کبھی محض ہیبت و عظمت کی صورت میں اور کبھی جذب محبت انس اور انشراح کی صورت میں اور کبھی سریان کی صورت میں، یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ مقدس سے بھری ہوئی ہے اور روحِ مبارک فضا میں تیز ہوا کی طرح موجزن ہے۔ [1]

۱۲- امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ جب دوسری دفعہ حرمین شریفین کی حاضری کے لیے گئے، تو روضۂ مقدسہ کے سامنے کھڑے ہو کر درود شریف پڑھتے رہے اور یہ آرزو دل میں لیے حاضر رہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کرم فرمائیں گے اور بیداری کی حالت میں شرفِ زیارت سے مشرف فرمائیں گے۔ پہلی رات آرزو پوری نہ ہوئی، تو بے قراری کے عالم میں ایک نعت لکھی جس کا مطلع ہے ؎

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں اسی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں ؎

کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضاؔ تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یہ غزل مواجہۂ عالیہ میں عرض کر کے باادب بیٹھے ہوتے تھے کہ قسمت جاگ اٹھی، اور سر کی آنکھوں سے بحالتِ بیداری حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارتِ مقدسہ سے مشرف ہوئے۔ [2]

۱۳- راقم کے مرشدِ گرامی حضرت شیخ المشائخ اخندزادہ سیف الرحمن پیرارچی مدظلہ العالی نے

---

[1] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ: فیوض الحرمین، ص ۹۳

[2] ظفر الدین بہاری، ملک العلماء: حیات اعلیٰ حضرت (مکتبہ رضویہ، کراچی) ج ۱، ص ۴۴

بیان کیا کہ مجھے ساڑھے تین سال تک ہر محفلِ ذکر میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی رہی۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ "تنویر الحلک فی امکان رؤیۃ النبی والملک" میں متعدد احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

اِن نقول اور احادیث کے مجموعے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم اور رُوحِ مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطراف زمین اور ملکوتِ اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں، تصرف اور سیر فرماتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسی حالتِ مقدسہ میں ہیں جس پر وصال سے پہلے تھے، آپ کی کوئی چیز تبدیل نہیں ہوتی۔

بے شک حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظاہری آنکھوں سے غائب کر دیئے گئے ہیں، جس طرح فرشتے غائب کر دیئے گئے ہیں، حالانکہ وہ اپنے جسموں کے ساتھ زندہ ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا اعزاز عطا فرمانا چاہتا ہے، تو اس سے حجاب دُور کر دیتا ہے اور وہ بندہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اسی حالت میں دیکھ لیتا ہے جس پر آپ واقع ہیں، اس دیدار سے کوئی چیز مانع نہیں ہے اور مثال کے دیدار کی تخصیص کا بھی کوئی امر داعی نہیں ہے۔[1]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی نے بھی یہ عبارت لفظ بلفظ نقل کی ہے[2]

شخص واحد متعدد مقامات میں

ایک شخص کا متعدد مقامات میں دیکھا جانا نہ صرف ممکن ہے، بلکہ بالفعل واقع ہے۔ اس کی

[1] عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲، ص ۲۶۵

[2] محمود آلوسی، علامہ، سید: رُوح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۲، ص ۳۷

کئی صورتیں ہیں:

۱۔ درمیان کے پردے اٹھا دیئے جائیں اور ایک شخص ایک جگہ ہوتے ہوئے کئی جگہ سے دیکھا جائے۔

۲۔ ایک شخص موجود تو ایک جگہ ہو، اس کی تصویریں کئی جگہ دکھائی جائیں جیسے ٹی وی میں ہوتا ہے۔ حاضر و ناظر کا مسئلہ سمجھنے کے لیے ٹی۔ وی بہت معاون ہو سکتا ہے، بلکہ اب تو ایسا ٹیلیفون آگیا ہے کہ آپس میں گفتگو بھی ہو رہی ہے اور ایک دوسرے کی تصویر بھی دکھائی دے رہی ہے۔ جو چیز آلات کے ذریعے سے واقع ہو رہی ہو، کیا وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نہیں ہو گی؟ یقیناً ہو گی، تو استبعاد کیوں؟

۳۔ اللہ تعالیٰ شخصِ واحد کے لیے متعدد اجسامِ مثالیہ مسخر فرما دیتا ہے، ان میں تصرف اور انہیں کنٹرول کرنے والی ایک ہی رُوح ہوتی ہے، اس سے وہ تکثرِ جزئی لازم نہیں آئے گا جسے مناطقہ محال کہتے ہیں، کیونکہ وحدت اور تعدد کا مدار روح پر ہے، جب رُوح ایک ہے تو وہ ایک ہی شخص کہلائے گا، چاہے اجسام مختلف اور متعدد ہی ہوں۔

سب سے پہلے ایک حدیث ملاحظہ ہو، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بطورِ خرقِ عادت ایک شخص کے متعدد اجسام ہو سکتے ہیں۔

حضرت قرّہ مُزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک صحابی کو اپنے بیٹے سے شدید محبت تھی، قضائے الٰہی سے ان کا بیٹا فوت ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

أَمَا تُحِبُّ أَنْ لَا تَأْتِيَ بَابًا مِنْ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ إِلَّا وَجَدْتَهُ يَنْتَظِرُكَ

کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ تم جنت میں جس دروازے پر بھی جاؤ، اپنے بیٹے کو وہاں انتظار کرتے ہوئے پاؤ۔

ایک صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم) کیا یہ اس کے لیے

خاص ہے یا ہم سب کے لیے ہے ؟ فرمایا: تم سب کے لئے ہے ۔ [1]

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس حدیث میں اشارہ ہے کہ بطور خرقِ عادت، مکتسب اجسام متعدد ہوتے ہیں، کیونکہ صحابی کا بیٹا، جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔ [2]

امام احمد اور امام نسائی سندِ صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب ہمیں سفرِ معراج پر لے جایا گیا، تو ہم نے مکہ معظمہ میں صبح کی۔ ہمیں یقینی طور پر معلوم تھا کہ لوگ ہماری تکذیب کریں گے ...... اہلِ مکہ نے کہا کہ کیا آپ مسجدِ اقصیٰ کی صفات بیان کر سکتے ہیں؟ ان میں سے ایسے لوگ بھی تھے، جنہوں نے یہ مسجد دیکھی ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم نے اس مسجد کے اوصاف بیان کرنے شروع کیے۔ بعض اوصاف کے بارے میں اشتباہ پیدا ہو گیا۔ ہم دیکھ رہے تھے کہ وہ مسجد لا کر حضرت عقیل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے گھر کے آگے رکھ دی گئی۔ چنانچہ ہم نے اسے دیکھ کر اس کے اوصاف بیان کرنے شروع کر دیئے۔

امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

یا تو مسجدِ اقصیٰ کی تصویر پیش کی گئی جیسے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیوار کی چوڑائی میں جنت اور دوزخ کو ملاحظہ فرمایا، یا درمیانی مسافت سمیٹ دی گئی۔ میرے نزدیک اس جگہ یہ بہتر توجیہ ہے، کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ اس وقت بیت المقدس وہاں کے لوگوں کے سامنے رہا اور غائب نہیں ہوا۔ [3]

[1] محمد بن عبداللہ خطیب تبریزی، امام، مشکوٰۃ المصابیح (رشیدیہ دہلی)، ص ۱۵۳

[2] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ، مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ ملتان)، ج ۴، ص ۱۰۹

[3] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام، الحاوی للفتاوی (بیروت)، ۱/ ۲۲۲

اسی سلسلے میں وہ حدیث ہے جو امام ابن جریر، ابن ابی حاتم اور ابن منذر نے اپنی تفسیروں میں بیان کی اور امام حاکم نے مستدرک میں روایت کی اور اسے صحیح قرار دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ۔

(یوسف علیہ السلام بھی اس عورت کا قصد کرتے اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتے)

ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ان کے سامنے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر لائی گئی۔ ایسی ہی تفسیر ابن جریر نے سعید بن جبیر، حمید بن عبدالرحمٰن، مجاہد، قاسم بن ابی بزہ، عکرمہ، محمد بن سیرین، قتادہ، ابو صالح، شمر بن عطیہ اور ضحاک سے روایت کی۔ نیز حضرت حسن بصری سے روایت کیا کہ مکان کی چھت کھل گئی اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا۔ ایک روایت میں حضرت حسن بصری نے فرمایا، انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر دیکھی۔

امام سیوطی علیہ الرحمہ ان آثار کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

ان سلف صالحین کا یہ قول، مثال کے ثابت کرنے یا زمین کے سمیٹ دینے کی دلیل ہے اور یہ ہمارے زیر بحث مسئلہ کے لیے عظیم گواہ ہے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر میں ہوتے ہوئے اپنے والد ماجد کو دیکھا جبکہ حضرت یعقوب علیہ السلام شام میں تھے، اس سے حضرت یعقوب علیہ السلام کا ایک وقت میں دو دُور دراز جگہوں میں دیکھا جانا ثابت ہوتا ہے اور یہ ہمارے بیان کردہ دو قاعدوں (مثال یا طی مسافت کے ثابت کرنے) میں سے ایک پر مبنی ہے۔ [1]

علامہ علاء الدین قونوی اپنی تالیف الاعلام میں فرماتے ہیں:

ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں ملکی اور مقدس نفوس کو زندگی میں

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام، الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۲۲۲

ایسی خاصیت اور قوت عطا فرمادے جس کی بنا پر وہ اپنے مخصوص بدن کے علاوہ دوسرے بدن میں تصرف کریں باوجودیکہ ان کا تصرف پہلے بدن میں بھی جاری رہے ..... جب جنات کا مختلف صورتوں میں متشکل ہونا جائز ہے تو انبیاء کرام، ملائکہ اور اولیاء عظام کے لیے بدرجۂ اولیٰ جائز ہوگا۔

صوفیاء کرام نے عالمِ اجسام اور عالمِ ارواح کے درمیان ایک تیسرا عالم ثابت کیا ہے جس کا نام انہوں نے عالمِ مثال رکھا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ عالم، عالمِ اجسام کی نسبت زیادہ لطیف اور عالمِ ارواح کی نسبت کثیف ہے، اسی بنا پر وہ روحوں کے مجسّم ہونے اور عالمِ مثال کی مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کے قائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (جبرائیل علیہ السلام تندرست، توانا انسان کی صورت میں مریم علیہا السلام کے سامنے آئے) سے اس نظریئے کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ایک ہی روح اُن کے اصلی پیکر اور اس مثالی پیکر میں تصرف کرنے والی ہوگی۔

اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام ہیں اور اس میں کوئی بُعد نہیں ہے، کیونکہ جب اُن کے لیے مُردوں کا زندہ کرنا، عصا کو اژدھا بنا دینا جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں بعید مسافت، مثلاً زمین و آسمان کی درمیانی مسافت ایک لمحے میں طے کرنے کی قدرت عطا فرمادے تو یہ بھی محال نہیں ہے کہ انہیں دو یا دو سے زیادہ جسموں میں تصرف کی خصوصی اجازت عطا فرمادے بہت سے مسائل اس پر مبنی ہیں اور اس قاعدے کی بنا پر بہت سے اشکالات حل ہوجاتے ہیں .... اہل علم نے اس قاعدے پر مبنی بہت سی حکایات بیان کی ہیں اور ان کے نزدیک یہ اہم ترین قواعد میں سے ہے۔ (کلام قونوی ملخصاً)

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی ج ۱، ص ۲۲۲

علامہ آلوسی بغدادی فرماتے ہیں:

انسانی روحیں جب مقدّس ہوجاتی ہیں، تو کبھی اپنے بدنوں سے جدا ہو کر اپنے بدنوں کی صورتوں یا دوسری صورتوں میں ظاہر ہو کر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرح کہ وہ کبھی حضرت دحیہ کلبی یا بعض بدویوں کی صورت میں ظاہر ہوتے تھے، جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، جاتی ہیں اور ان کا اپنے اصلی بدنوں کے ساتھ ایک قسم کا تعلق بھی باقی رہتا ہے جس کی بنا پر روحوں کے افعال ان جسموں سے صادر ہوتے ہیں۔

جیسے کہ بعض اولیاء کرام قدست اسرارہم کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں متعدد مقامات میں دیکھے جاتے ہیں اور یہ صرف اس لیے ہوتا ہے کہ ان کی روحیں اعلیٰ درجے کا تجرّد اور تقدّس حاصل کرلیتی ہیں؛ لہٰذا وہ خود ایک شکل کے ساتھ ایک جگہ ظاہر ہوتی ہیں اور ان کا اصلی بدن دوسری جگہ ہوتا ہے

لَا تَقُلْ دَارُهَا بِشَرْقِيِّ نَجْدٍ
كُلُّ نَجْدٍ لِلْعَامِرِيَّةِ دَارٌ

ترجمہ: تم یہ نہ کہو کہ محبوبہ کا گھر نجد کے مشرقی حصے میں ہے، بلکہ تمام نجد عامریہ (محبوبہ) کا گھر ہے[1]

علامہ سید محمود آلوسی صاحب تفسیر روح المعانی مزید فرماتے ہیں:

یہ امر اکابر صوفیاء کے نزدیک ثابت اور مشہور ہے اور طیّ مسافت سے الگ چیز ہے، جو شخص ان دونوں کمالوں (طیّ مسافت اور متعدد مقامات پر موجود ہونے) کا انکار کرتا ہے اُس کا انکار ایسی سینہ زوری ہے جو جاہل اور معاند ہی سے ظاہر ہوسکتی ہے۔

علامہ تفتازانی نے ابن مقاتل ایسے بعض فقہاء اہل سُنّت پر تعجب کا اظہار کیا ہے، جنہوں نے اس شخص پر کفر کا حکم لگایا جو اس روایت کو مانتا ہے کہ لوگوں

---

[1] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی (طبع بیروت) ج ۲۳، ص ۱۳

نے حضرت ابراہیم بن ادھم (رحمہ اللہ تعالیٰ) کو ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو بصرہ میں دیکھا اور اسی دن مکہ مکرمہ میں بھی دیکھے گئے، انہوں نے کفر کا یہ فتویٰ اس گمان کی بنا پر دیا کہ بیک وقت کئی جگہوں پر موجود ہونا بڑے معجزات کی جنس سے ہے اور اسے بطور کرامت ولی کے لئے ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

حالانکہ تم جانتے ہو کہ ہم اہل سنت کے نزدیک نبی کا ہر معجزہ ولی کے لیے بطورِ کرامت ثابت ہو سکتا ہے، سوائے اس معجزہ کے جس کے بارے میں دلیل سے ثابت ہو جائے کہ وہ ولی سے صادر نہیں ہو سکتا، مثلاً قرآن پاک کی کسی سورت کا مثل لانا۔

متعدد محققین نے بعد از وصال حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ اقدس کے متمثل ہو کر ظاہر ہونے کو ثابت کیا ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیک وقت متعدد مقامات پر زیارت کی جاتی ہے، باوجودیکہ آپ اپنی قبر انور میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اس مسئلہ پر تفصیلی کلام اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ [1]

اس کے بعد علامہ الوسی آسمانوں پر حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء کرام کے ساتھ ملاقات کا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ان انبیاء کرام کی قبریں زمین میں ہیں اور کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ انہیں زمین سے آسمانوں پر منتقل کر دیا گیا تھا۔ [2]

کہنا پڑے گا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں بھی جلوہ فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ گر تھے۔

[1] محمود الوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۳، ص ۱۴
[2] ایضاً، ج ۲۳، ص ۱۴

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں غروبِ آفتاب کے وقت حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں تھا۔ آپ نے فرمایا: ابوذر! جانتے ہو سورج کہاں غروب ہوتا ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولِ اکرم (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: وہ جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے۔ [1]

اس حدیث پر اشکال یہ ہے کہ امام الحرمین نے تصریح کی ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورج ایک قوم سے غروب ہوتا ہے، تو دوسری قوم پر طلوع ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ وہ ہر رات عرش مجید کے نیچے کیسے ٹھہرتا ہے اور سجدہ کرتا ہے؟ علامہ الوسی نے اس اشکال کا جواب دیا ہے:

یہ اس قبیلے سے نہیں ہے جسے حکماء نے محال قرار دیا ہے، یعنی ایک نفس کا متعدد جسموں کے ساتھ مشغول ہونا، بلکہ یہ اس سے ماوراء ہے جیسے کہ اس شخص پر مخفی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ بصیرت عطا فرمایا ہے۔ اس لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ انسانوں کے مقدس نفوس کی طرح سورج کا بھی نفس ہے جو سورج کے دیکھے جانے والے جسم سے اس طرح جدا ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔ یہ نفس بلاواسطہ عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے، وہاں ٹھہرتا ہے اور اجازت مانگتا ہے۔ یہ سب کچھ سورج کے معروف جسم کے محوِ سفر رہنے اور ساکن نہ ہونے کے منافی نہیں ہے جیسے کہ علماء ہیأۃ وغیرہم دعویٰ کرتے ہیں، کیونکہ سورج کے نفس کا اپنے جسم سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق متشکل ہو کر سجدہ کرنا اور عرش مجید کے نیچے ٹھہرنا، اس کے معروف جسم کے سفر کے منافی نہیں ہے۔

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری (طبع دہلی) ج ۲، ص ۷۰۹

اسی طریقے پر اس مسئلے کا حل نکالا جائے گا کہ کعبہ، بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے جیسے کہ بعض علماء نے بیان کیا۔ اس کا حل یہ ہے کہ کعبہ حقیقتاً اس چیز (پتھروں کی عمارت) کے علاوہ ہے جسے عوام الناس پہچانتے ہیں، کعبہ کی وہ حقیقت بعض اولیاء کی زیارت کرتی ہے اور لوگ پتھروں کی عمارت کو اپنی جگہ پر برقرار دیکھتے ہیں۔ ؎۱

ائمۂ دین کے ارشادات

یہ مسئلہ از قبیل واردات و مشاہدات ہے یا تو انسان خود روحانیت کے اس مقام پر فائز ہو کہ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کی زیارت سے بہرہ ور ہو یا پھر شریعت و طریقت کے جامع علماء دین کے بیانات کے آگے سرِ تسلیم خم کر دے۔ ایسا شخص جسے خود دکھائی نہ دیتا ہو اور بینائی والوں کی بات بھی ماننے کے لئے تیار نہ ہو اُسے تو آنکھوں سے نظر آنے والے سورج کے وجود کا بھی قائل نہیں کیا جا سکتا۔

آئیے دیکھیں کہ مستند علماء اُمت اس مسئلے میں کیا کہتے ہیں؛

حضرت عمرو بن دینار جلیل القدر تابعی اور محدثین کرام کے امام ہیں۔ حضرت ابن عباس، ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ امام شعبہ، سفیان بن عیینہ اور سفیان ثوری ایسے عظیم محدث ان کے شاگرد ہیں، وہ فرماتے ہیں،

جب گھر میں کوئی شخص نہ ہو تو کہو،

اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ اس ارشاد کی شرح میں فرماتے ہیں؛

؎۱ محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۳، ص ۱۴

اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحِ انور مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ ؎۱

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

انبیاء کرام علیہم السلام کا مختلف اوقات میں متعدد مقامات میں تشریف لے جانا عقلاً جائز ہے جیسے کہ اس بارے میں خبرِ صادق وارد ہے۔ ؎۲

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں؛

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ ارواحِ صحابہ کے ساتھ جہان کے جس حصے میں چاہیں تشریف لے جائیں۔ ؎۳

علامہ سعد الدین تفتازانی فرماتے ہیں کہ اہل بدعت وہوا جو کرامات کا انکار کرتے ہیں، تو یہ کچھ بعید نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے نہ تو خود اپنی ذات سے کرامات کا صدور دیکھا اور نہ ہی اپنے ان مقتداؤں سے کرامت نام کی کوئی چیز صادر ہوتے ہوئے دیکھی، جن کا گمان یہ ہے کہ ہم بھی کچھ ہیں، حالانکہ انہوں نے عبادات کے ادا کرنے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کی، چنانچہ یہ لوگ اصحابِ کرامت اولیاء کی نکتہ چینی میں مصروف ہوئے، ان کی کھال اُدھیڑدی اور اُن کے گوشت چبائے، انہیں جاہل صوفیاء کا نام دیتے ہیں اور انہیں بدعتی قرار دیتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں؛

تعجب تو بعض اہل سنت فقہاء پر ہے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارے میں مروی ہے کہ لوگوں نے ذوالحجہ کی آٹھ تاریخ کو انہیں بصرہ میں دیکھا اور اسی دن انہیں مکہ مکرمہ میں دیکھا گیا۔ ان بعض سُنی فقہاء نے

؎۱ علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: شرح شفاء (مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ) ج ۲، ص ۱۴۴

؎۲ علی بن سلطان محمد القاری، علامہ: مرقاۃ المفاتیح (مکتبہ امدادیہ ملتان) ج ۳، ص ۲۰

؎۳ اسمٰعیل حقی، امام: روح البیان ج ۱۰، ص ۹۹

کہا کہ جو اس کے جائز ہونے کا عقیدہ رکھتے کافر ہے، اور انصاف وہ ہے جو امام نسفی نے بیان کیا، ان سے پوچھا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ کعبہ بعض اولیاء کی زیارت کرتا ہے، کیا اس طرح کہنا جائز ہے، تو انہوں نے فرمایا، اہل سنت کے نزدیک بطورِ کرامت خلافِ عادت کا واقع ہونا جائز ہے[1] (یعنی اسی طرح ایک شخص کا دو جگہ ہونا بھی بطورِ کرامت جائز ہے)

یہی بات علامہ محمود بن اسرائیل الشہیر بابن قاضی سماونہ نے فرمائی۔ وہ فرماتے ہیں:

ایسا عقیدہ رکھنے والے کو کافر اور جاہل نہیں کہنا چاہیئے، کیونکہ یہ کرامت ہے، معجزہ نہیں ہے۔ معجزہ میں چیلنج ضروری ہے۔ اس جگہ چیلنج نہیں ہے، لہذا معجزہ بھی نہیں ہے۔ اہل سنت کے نزدیک کرامت جائز ہے۔[2]

حضرت ملّا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اولیاء کرام سے بعید نہیں ہے، ان کے لیے زمین سمیٹ دی گئی ہے اور انہیں متعدد اجسام حاصل ہوتے ہیں۔ لوگوں نے ان اجسام کو ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا ہے۔[3]

امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے، جس کا نام ہے اَلْمُنْجَلِیْ فِیْ تَطَوُّرِ الْوَلِیْ (جو کچھ ولی کے مختلف صورتوں میں جلوہ گر ہونے کے بارے میں ظاہر ہوا) ان کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا کہ دو شخصوں نے طلاق کی قسم کھائی کہ ہمارے شیخ نے ہمارے پاس رات گزاری ہے۔ کیا ان دونوں میں سے

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ، شرح مقاصد (مکتبہ مدنیہ، لاہور) ج ۲، ص ۲۰۴

[2] محمود بن اسرائیل قاضی، جامع الفصولین (مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ) ج ۲، ص ۲۳۲

[3] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ، مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ ملتان) ج ۴، ص ۳۱

کسی کی قسم جھوٹی ہوگی؟ اور وہ حانث ہوگا؟

امام نے جواب دیا کہ اس کی چند صورتیں ہیں،

(۱) ان میں سے ہر ایک گواہ قائم کرے۔

(۲) کوئی بھی گواہ پیش نہ کرے۔

(۳) ایک گواہ پیش کرے، دوسرا پیش نہ کرے۔

پہلی دونوں صورتوں میں ظاہر ہے کہ کوئی بھی حانث نہ ہوگا۔

تیسری صورت میں وہ شخص اختلاف کرے گا، جس کا گمان یہ ہے کہ ایک شخص کا ایک وقت میں دو جگہ ہونا ممکن نہیں، بلکہ محال ہے، حالانکہ یہ محال نہیں ہے جیسے کہ اس شخص کا وہم ہے۔ جلیل القدر ائمہ کرام نے تصریح کی ہے کہ یہ جائز اور ممکن ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کے ممکن ہونے پر بڑے بڑے ائمہ نے تصریح کی ہے۔ ان میں سے چند حضرات یہ ہیں۔ علامہ علاء الدین قونوی، شارح حاوی، شیخ تاج الدین سبکی، کریم الدین آملی، خانقاہ صلاحیہ سعید السعداء کے شیخ، صفی الدین بن ابی المنصور، عبد الغفار بن نوح القوصی، صاحب الوحید، عفیف یافعی، شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ، سراج ملقن، برہان ابناسی، شیخ عبد اللہ منوفی اور ان کے شاگرد خلیل مالکی صاحب المختصر، ابو الفضل محمد بن ابراہیم تلمسانی مالکی اور دوسرے بہت سے علماء۔[1]

اس کے بعد علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ائمہ نے اس کی توجیہ میں جو کچھ فرمایا ہے، اس کا خلاصہ تین امور ہیں:

۱۔ ایک شخص متعدد شکلوں اور صورتوں میں ظاہر ہوجاتا ہے جیسے کہ جنّوں

---

[1] عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام، الحاوی للفتاوی ج ۱، ص ۲۱۷

یں ہوتا ہے۔

۲- زمین اور مسافت سمیٹ دی جاتی ہے اور ایک ہی شخص کو دو افراد، اپنے اپنے گھروں میں دیکھتے ہیں، حالانکہ وہ ایک ہی جگہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ زمین کو سمیٹ دیتا ہے اور وہ پردے اٹھا دیتا ہے جو دیکھنے سے مانع ہوتے ہیں، اس طرح گمان کیا جاتا ہے کہ وہ شخص دو جگہوں میں موجود ہے جبکہ وہ حقیقتہً ایک ہی جگہ ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ معراج شریف کی صبح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قریش کے سامنے بیت المقدس کا نقشہ بیان فرما رہے تھے، اس وقت آپ کے سامنے بیت المقدس پیش کیا گیا۔ اس حدیث کا بہترین محمل یہ ہے (کہ زمین سمیٹ دی گئی اور پردے اٹھا دیئے گئے)

۳- ولی کا جسم اتنا بڑا ہو جاتا ہے کہ تمام کائنات کو بھر دیتا ہے، لہٰذا اسے ہر جگہ دیکھا جاتا ہے۔ چنانچہ ملک الموت اور منکر نکیر کی بھی یہی شان بیان کی گئی ہے۔ فرشتہ ایک ہی وقت مشرق و مغرب میں مرنے والوں کی روح قبض کرتا ہے اور ایک ہی وقت میں دفن کرنے والوں سے سوال کرتا ہے ـــــ تینوں جوابوں میں سے یہ بہترین جواب ہے۔ لہ

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

اس جگہ اکثر لوگ غلطی کرتے ہیں، ان کا خیال ہے کہ جب اجسام ایک جگہ ہوں تو دوسری جگہ نہیں ہو سکتے، یہی حال روح کا ہے اور یہ محض غلط ہے، بلکہ روح آسمانوں کے اوپر اعلیٰ علیین میں ہوتی ہے، اسے قبر کی طرف لوٹایا جاتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے کو جانتی ہے۔

لہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی، ج ۱، ص ۱۸-۲۱۷

اس کے باوجود وہ اپنی جگہ پر ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روح انور، رفیق اعلیٰ میں ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبر کی طرف لوٹا دیتا ہے، وہ سلام کا جواب دیتی ہے اور سلام کرنے والے شخص کا کلام سنتی ہے لہ

امام علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ ایک جسم (شخص)، ایک آن میں دو جگہ حاضر ہو گیا جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اولاد آدم کے نیک بخت افراد میں خود اپنی ذاتِ اقدس کو بھی ملاحظہ فرمایا۔ جب آپ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جمع ہوئے جیسے کہ اس سے پہلے گزرا، اسی طرح حضرت آدم و موسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء کرام کے کے ساتھ جمع ہوئے، بیشک وہ انبیاء کرام زمین میں اپنی قبروں میں بھی تشریف فرما تھے اور آسمانوں پر بھی جلوہ افروز تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا کہ ہم نے حضرت آدم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کو دیکھا۔ یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے آدم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا پھر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ گفتگو اور مراجعت فرمائی، حالانکہ وہ بعینہٖ زمین پر اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جیسے کہ (مسلم شریف کی) حدیث میں وارد ہوا ہے۔

بس اے وہ شخص، جو کہتا ہے کہ ایک جسم (شخص)، دو مکانوں میں نہیں ہو سکتا، اس حدیث پر تیرا ایمان کس طرح ہو سکتا ہے؟ اگر تو مومن ہے تو تجھے مان لینا چاہیے اور اگر تو عالم ہے تو اعتراض نہ کر کیونکہ علم تجھے روکتا ہے، تجھے حقیقتِ حال کا علم نہیں ہے۔ حقیقتہً علم اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے۔

لہ ابن قیم جوزیہ، علامہ: کتاب الروح (طبع دکن) ص ۷۲

تم یہ تاویل بھی نہیں کر سکتے کہ جو انبیاء کرام زمین میں ہیں، وہ ان انبیاء کرام کے مغایر ہیں جو آسمان میں ہیں، کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مطلقاً فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کرام، جنہیں آپ نے آسمانوں میں دیکھا تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جن کو موسیٰ فرمایا، اگر وہ بعینہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ ہوں، تو اُن کے متعلق یہ خبر دینا کہ وہ موسیٰ ہیں، جھوٹ ہوگا۔ [1]

(نعوذ باللہ تعالیٰ من ذالک)

حضرت امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

پھر معترض اولیاء کرام کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا منکر ہے حالانکہ حضرت قضیب البان رحمہ اللہ تعالیٰ جن صورتوں سے چاہتے تھے، موصوف ہو کر مختلف مقامات پر ظاہر ہوتے تھے اور جس صورت میں آپ کو پکارا جاتا تھا، جواب دیتے تھے ـــــ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [2]

علامہ سید محمود آلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں:

جسے دیکھا جاتا ہے وہ یا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحِ مبارک ہے جو تجرّد اور تقدس میں تمام رُوحوں سے زیادہ کامل ہے اس طرح کہ وہ رُوحِ مبارک ایسی صورت کے ساتھ متصف اور ظاہر ہوئی جیسے اس رُویت کے ساتھ دیکھا گیا ہے، جبکہ اس رُوحِ انور کا تعلق حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اس جسم مبارک کے ساتھ بھی برقرار ہے جو قبر مبارک میں زندہ ہے جیسے کہ بعض محققین نے فرمایا کہ

[1] عبدالوہاب شعرانی، امام، الیواقیت والجواہر (مصطفی البابی، مصر) ج ۲، ص ۳۶

[2] ایضاً، ج ۲، ص ۳۶

حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی دوسرے شخص کی صورت میں ظاہر ہونے کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ سے جُدا نہیں ہوتے تھے (بیک وقت دونوں جگہ موجود تھے)

یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجرّد اور مقدس رُوح متعلق ہے اور کوئی چیز اس امر سے مانع نہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اجسام بے شمار ہو جائیں اور رُوحِ مقدس کا ہر ایک کے ساتھ تعلق ہو، اللہ تعالیٰ کی لاکھوں رحمتیں اور تحائف ان میں سے ہر جسم کے لیے اور یہ تعلق ایسا ہی ہے جیسے ایک رُوح کا ایک جسم کے اجزاء سے ہوتا ہے۔

اس بیان سے اس قول کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے جو شیخ صفی الدین منصور اور شیخ عبدالغفار نے حضرت شیخ ابوالعباس طنجی سے نقل کیا، اور وہ یہ ہے کہ انہوں نے آسمان، زمین اور عرش و کرسی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے بھرا ہوا دیکھا۔

نیز اس بیان سے یہ سوال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد لوگ ایک ہی وقت میں دور دراز مقامات پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں؟ اس بیان کے ہوتے ہوئے اس جواب کی ضرورت نہیں رہتی جس کی طرف بعض بزرگوں نے اشارہ کیا ہے، ان سے اس دیدار کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا:

كَالشَّمْسِ فِيْ كَبِدِ السَّمَآءِ وَضَوْءُهَا
يَغْشَى الْبِلَادَ مَشَارِقًا وَّمَغَارِبًا

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آسمان کے وسط میں پائے جانے والے سورج کی طرح ہیں، جس کی روشنی مشرق اور مغرب کے شہروں کو ڈھانپ رہی ہے۔ [1]

امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں،
جب جنات کو اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ وہ مختلف شکلوں کے ساتھ متشکل ہو کر عجیب و غریب کام کر لیتے ہیں۔ اگر کاملین کی روحوں کو یہ قدرت عطا فرما دیں، تو اس میں تعجب کی کونسی بات ہے اور دوسرے بدن کی کیا حاجت ہے؟

اسی سلسلے کی کڑی وہ واقعات ہیں، جو بعض اولیاء کرام سے منقول ہیں کہ وہ ایک ہی آن میں متعدد مقامات میں حاضر ہوتے ہیں اور مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ ان کے لطائف مختلف (مثالی) اجسام کی صورت میں متجسم ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں۔

اسی طرح اس بزرگ کا واقعہ ہے جو ہندوستان کے رہنے والے ہیں اور کبھی اپنے ملک سے باہر نہیں گئے، اس کے باوجود ایک جماعت مکہ مکرمہ سے آتی ہے اور کہتی ہے کہ ہم نے اس بزرگ کو حرم کعبہ میں دیکھا ہے اور ان سے یہ یہ باتیں ہوئی ہیں۔ ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ ہم نے انہیں روم میں دیکھا ہے، تیسری جماعت نے انہیں بغداد میں دیکھا۔

یہ سب اس بزرگ کے لطائف ہیں جو مختلف شکلوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس بزرگ کو ان تشکلات کی

[1] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵

اطلاع نہیں ہوتی۔۔۔۔

اسی طرح حاجت مند لوگ زندہ اور وصال یافتہ بزرگوں سے خوف اور ہلاکت کے مقامات میں امداد طلب کرتے ہیں، تو دیکھتے ہیں کہ ان بزرگوں کی صورتیں حاضر ہوتی ہیں اور ان سے مصیبت دور کرتی ہیں۔ بعض اوقات ان بزرگوں کو مصیبت دور کرنے کی اطلاع ہوتی ہے اور بعض اوقات نہیں ہوتی۔ یہ بھی دراصل ان بزرگوں کے لطائف متشکل ہوتے ہیں، اور یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں۔

چنانچہ ہزار افراد ایک ہی رات، خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف صورتوں میں زیارت کرتے ہیں اور بہت سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ یہ سب آپ کی صفات اور آپ کے لطائف ہوتے ہیں، جو مثالی صورتوں سے متشکل ہوتے ہیں۔

اسی طرح مرید اپنے پیروں کی مثالی صورتوں سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور پیرانِ کرام ان کی مشکلات حل کرتے ہیں۔ [1]

امام علامہ شیخ علی نور الدین حلبی صاحب سیرت حلبیہ (م ۱۰۴۴ھ) نے ایک رسالہ لکھا ہے: "تَعْرِيْفُ اَهْلِ الْاِسْلَامِ وَالْاِيْمَانِ بِاَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْلُوْ مِنْهُ مَكَانٌ وَّلَا زَمَانٌ" (اہلِ اسلام و ایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے) ——— ہر جگہ آپ کی جلوہ گری ہے۔

یہ رسالہ امام علامہ یوسف بن اسمٰعیل نبہانی نے جواہر البحار کی دوسری جلد میں (ص ۱۱۱ سے ۱۲۵ تک نقل کر دیا ہے۔

[1] احمد سرہندی، امام ربانی مجدد: مکتوبات امام ربانی فارسی، دفتر دوم حصہ ہفتم ص ۲۷ (رؤف اکیڈمی، لاہور)

حضرت مولانا حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ جو علماء دیوبند کے بھی پیر و مرشد ہیں، فرماتے ہیں،

البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے۔ اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جاوے، مضائقہ نہیں، کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے، پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں۔ [1]

یاد رہے کہ یہ کتاب مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی مصدقہ ہے۔

علامہ سید محمد علوی مالکی مکی اپنی معرکۃ الآرا تصنیف الذخائر المحمدیہ میں فرماتے ہیں؛

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روحانیت ہر مکان میں حاضر ہے۔ آپ کی روحانیت، خیر اور فضیلت کے مقامات اور محفلوں میں حاضر ہوتی ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ روح بحیثیت روح کے برزخ میں مقید نہیں ہے، بلکہ آزاد ہے اور ملکوت الٰہی میں سیر کرتی ہے۔۔

۔۔۔ برزخ میں روح کے آزاد ہونے اور سیر کرنے کی دلیل، حدیث صحیح میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے؛

مومن کی روح ایک پرندے کی طرح ہے، جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے۔

یہ حدیث امام مالک نے روایت کی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک تمام روحوں سے زیادہ کامل ہے، اس لیے حاضر اور شاہد ہونے میں بھی سب سے زیادہ کامل ہے۔ [2]

[1] محمد امداد اللہ مہاجر مکی، مولانا الحاج، شمائم امدادیہ (قومی پریس لکھنؤ) ص ۳
[2] محمد بن علوی مالکی، علامہ سید، الذخائر المحمدیہ (مطبعۃ حسان، قاہرہ) ص ۲۵۹

غیر مقلدین کے امام نواب وحید الزماں، صحاح ستہ کے مترجم کہتے ہیں،

میں کہتا ہوں کہ بیان سابق سے وہ شبہ دور ہو جاتا ہے جسے کم فہم لوگ پیش کرتے ہیں اور یہ کہ صالحین کی قبروں کی زیارت کر کے ان کی روحوں سے فیوض و برکات، دل کی ٹھنڈک اور انوار کس طرح حاصل کیے جا سکتے ہیں، جبکہ ان کی روحیں اعلیٰ علیین میں ہیں؟ جواب یہ ہے کہ روح از قبیل اجسام نہیں ہے۔ اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں، تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے بخلاف روح کے کہ وہ دو مکانوں میں موجود ہو سکتی ہے، اور اگر مان لیا جائے کہ روح ایک ہی مکان میں موجود ہو سکتی ہے، تو اس کی تیز رفتاری کی بنا پر اس کے لیے آسمان کی طرف چڑھنا اور پھر وہاں سے اترنا اور زائر کی طرف متوجہ ہونا، پلک جھپکنے کی بات ہے۔ [1]

دو سطروں کے بعد انہوں نے تصریح کر دی ہے کہ

روح اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور ایک وقت میں دو جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے۔

البریلویۃ کے مؤلف کی قساوت اور غلط بیانی

گزشتہ صفحات میں قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ کی روشنی میں مسئلہ حاضر و ناظر مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اگر زحمت نہ ہو تو ان ائمہ کرام کے اسماء مبارکہ پر ایک نظر ڈال لیجئے؛

حضرت عبداللہ بن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) امام المحدثین حضرت عمرو

[1] وحید الزماں، نواب؛ ہدیۃ المہدی (اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ) ص ۶۳

بن دینار، امام بیہقی، امام غزالی، امام رازی، امام قرطبی، امام علاء الدین خازن، امام ابن الحاج، امام بدر الدین عینی، امام راغب اصفہانی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی، امام جلال الدین سیوطی، امام ربانی مجدد الف ثانی، حضرت ملا علی قاری، امام عبد الوہاب شعرانی، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی، علامہ اسمٰعیل حقی، شیخ علی نور الدین حلبی، شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، علامہ سید محمد علوی مالکی، علامہ عبد الحی لکھنوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) وغیرہم۔

ایک طرف اِن حضرات کے ارشادات پیشِ نظر رکھیے اور دوسری طرف شقاوتِ قلبی کا یہ مظاہرہ بھی دیکھیے ـــــ ظہیر کہتے ہیں،

یہ عقائد ہیں خرافات اور بدعت میں مبتلا مشرکوں کے، جنہیں پاک و ہند کے علاوہ اسلامی اور غیر اسلامی ممالک میں شیطان نے گمراہ اور اغوا کیا ہے۔ [1]

اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ غیر مقلدین، بریلویت کی آڑ لے کر دنیا بھر کے مسلمانوں اور ملتِ اسلامیہ کے مسلّم اور مقتدر ائمہ کرام کو اہلِ بدعت اور مشرک قرار دیتے ہیں۔ ان سے کوئی شخص اتنا ہی پوچھ لے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو تو امام تم بھی جانتے اور مانتے ہو، کیا انہیں بھی مشرکین کی فہرست میں شامل کرو گے؟ نیز کیا نواب صدیق حسن خاں کو بھی مشرکین کی صف میں کھڑا کرو گے، جو یہ کہتے ہیں؛

بعض عارفوں نے فرمایا کہ یہ خطاب (السلام علیک ایہا النبی)

[1] احسان الٰہی ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۱۲

اس بنا پر ہے کہ حقیقتِ محمدیہ موجودات کے ذرّوں اور افرادِ ممکنات میں جاری و ساری ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں۔ [1]

نواب وحید الزماں کے بارے میں کیا کہو گے؟ جو یہ کہتے ہیں؛

رُوح از قبیل اجسام نہیں ہے، اجسام کی یہ صفت ہے کہ جب وہ ایک مکان میں ہوں، تو دوسرے مکان میں موجود نہیں ہو سکتے۔ [2]

کیا اس عبارت کا صاف مطلب یہ نہیں ہے کہ رُوح ایک سے زائد جگہوں پر موجود ہو سکتی ہے؟ ان پر کیا فتویٰ لگاؤ گے؟

بریلوی اہلِ سُنّت کا علامتی نشان

احسان الٰہی ظہیر کے فتووں اور سبّ و شتم کا تمام تر رُخ علماء اہلِ سنّت و جماعت کی طرف ہے، البتہ مصلحت کے پیشِ نظر وہ انہیں بریلوی کا نام دیتے ہیں۔ درج ذیل سطور میں اہلِ سنّت و جماعت کے ائمہ کرام کے وہ ارشادات پیش کیے جاتے ہیں، جنہیں ظہیر صاحب نے اہلِ سنّت اور بریلوی کو ایک دوسرے کا مترادف سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ پاک و ہند میں اہلِ سُنّت و جماعت کے مخالفین نے انہیں بریلوی کا نام دیا ہے تاکہ ظاہر ہو کہ یہ نیا فرقہ ہے اور یہ لوگ آسانی کے ساتھ اہلِ سنّت کو گالیاں دے سکیں اور کوئی شخص ان کے اس ظلم پر گرفت نہ کرے، حالانکہ بریلوی ہرگز کوئی فرقہ نہیں ہے، بلکہ یہ لوگ پوری استقامت کے ساتھ مسلکِ اہلِ سنّت و جماعت پر قائم ہیں۔

ذیل میں ائمہ دین کے وہ ارشادات ملاحظہ ہوں جنہیں ظہیر نے بریلویوں کے اقوال

[1] صدیق حسن خاں بھوپالی، نواب: مسک الختام شرح بلوغ المرام (طبع لکھنؤ) ج ۱، ص ۲۴۴

[2] وحید الزماں، نواب: ہدیۃ المہدی (طبع سیالکوٹ) ص ۶۳

قرار دیا ہے۔

۱۔ امام علامہ شیخ علی نورالدین حلبی (م ۱۰۴۴) نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کے نام کا اُردو ترجمہ یہ ہے،

اہلِ اسلام و ایمان کو بتایا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی زمانہ اور کوئی جگہ خالی نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو جواہر البحار جلد دوم (عربی) ص ۱۲۵ - ۱۱۱

۲۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ عالیہ پر حاضر ہوئے، تو انہیں کشف میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ اُن کا بیان ہے،

یہاں تک کہ میں خیال کرتا تھا کہ تمام فضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رُوحِ مقدس سے بھری ہوئی ہے۔ [۱]

۳۔ علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

یا مثالی جسم نظر آتا ہے جس کے ساتھ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجرد اور مقدس رُوح متعلق ہے اور اس سے کوئی چیز مانع نہیں ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بے حد و حساب، مثالی اجسام ہو جائیں۔ [۲]

۴۔ امام غزالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ارواحِ صحابہ سمیت تمام عالم میں سیر کرنے کا اختیار ہے۔ بہت سے اولیاءِ کرام نے آپ کی زیارت کی ہے [۳]

---

[۱] ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ، فیوض الحرمین، ص ۲۷

[۲] محمود آلوسی، علامہ سید، رُوح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵

[۳] اسمٰعیل حقی، امام، رُوح البیان، ج ۱۰، ص ۹۹

۔ حضرت مُلا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

اولیاءِ کرام سے بعید نہیں ہے، اُن کے لیے زمین لپیٹ دی گئی ہے، اور انہیں متعدد (مثالی) اجسام حاصل ہیں، جنہیں ایک آن میں مختلف جگہوں پر پایا گیا ہے۔ [۱]

۶۔ حضرت عمرو بن دینار کا ارشاد ہے کہ جب آدمی خالی گھر میں داخل ہو تو کہے: اَلسَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ ۔ حضرت ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اس لیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی رُوح مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے۔ [۲]

۷۔ امام علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ رسالہ مبارکہ انباء الاذکیاء میں فرماتے ہیں کہ عالمِ برزخ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ مصروفیات اس طرح کی ہیں،

اپنی اُمت کے اعمال ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے گناہوں کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں، ان کی مصیبتوں کے دُور ہونے کی دُعا کرتے ہیں۔ زمین کے اطراف میں برکت عطا کرنے کے لیے تشریف لے جاتے ہیں۔ اُمت کے ولی فوت ہونے پر اس کے جنازہ پر تشریف لے جاتے ہیں برزخ میں آپ کی بعض مصروفیات یہ ہیں جیسے کہ اس سلسلے میں احادیث اور آثار وارد ہیں۔ [۳]

---

[۱] علی بن سلطان محمد القاری، علامہ، مرقاۃ المفاتیح (امدادیہ ملتان)

[۲] ایضاً، شرح شفاء (طبع مدینہ منورہ) ج ۳، ص ۴۶۴

[۳] عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام، الحاوی للفتاوی (طبع بیروت) ج ۲، ص ۱۵۳

۸- حضرت علامہ اسمٰعیل حقی مفسر (رحمہ اللہ تعالیٰ) فرماتے ہیں،

آپ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ملاحظہ فرمائی ... آپ نے ان کی پیدائش، اعزاز و اکرام کا مشاہدہ کیا اور خلاف ورزی کی بنا پر جنت سے نکالا جانا ملاحظہ فرمایا [1]

یہ پوری عبارت گزشتہ صفحات میں پیش کی جا چکی ہے۔

۹- علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں،

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد اس اُمت کے بہت سے کاملین کو بیداری میں آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور انہوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ [2]

۱۰- امام علامہ جلال الدین سیوطی، پھر علامہ سید محمود آلوسی اور علامہ عمر بن سعید الفوتی الطوری فرماتے ہیں؛

ان نقول اور احادیث کے مجموعہ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے جسم اور روح مبارک کے ساتھ زندہ ہیں اور اطرافِ زمین اور ملکوتِ اعلیٰ میں جہاں چاہتے ہیں تصرف اور سیر فرماتے ہیں۔ [3]

(پوری عبارت اس سے پہلے گزر چکی ہے۔ ۱۲ قادری)

۱۱- امام علامہ ابن الحاج، پھر امام قسطلانی فرماتے ہیں؛

[1] اسمٰعیل حقی، امام: روح البیان (طبع بیروت) ج ۲، ص ۱۸

[2] محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۵

[3] عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، امام: الحاوی للفتاوی ج ۲، ص ۲۶۵

(ب) محمود آلوسی، علامہ سید: روح المعانی، ج ۲۲، ص ۳۶

(ج) عمر بن سعید الفوتی، علامہ: رماح حزب الرحیم علی نحور حزب الرجیم (بیروت) ج ۱، ص ۲۳۰

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اُمت کو ملاحظہ فرماتے ہیں، ان کے احوال، نیتوں، عزائم اور خیالات کو جانتے ہیں اور اس سلسلے میں آپ کی حیاتِ مبارکہ اور وصال شریفہ میں کوئی فرق نہیں۔ [1]

یہ ہیں وہ اقوال جو احسان الٰہی ظہیر نے اپنی دانست میں اس انداز سے بیان کیے ہیں کہ بریلوی یوں کہتے ہیں، اپنے اماموں سے یوں نقل کرتے ہیں، اپنے جیسے لوگوں سے یوں نقل کرتے ہیں۔ پھر آخر میں کہا کہ یہ مشرکوں، بدعتیوں اور خرافات میں مبتلا لوگوں کے عقائد ہیں [2]

اس کا کھلم کھلا مطلب یہ ہے کہ امام غزالی، امام ابن الحاج، امام سیوطی، حضرت ملا علی قاری، علامہ اسمٰعیل حقی اور علامہ قسطلانی، علامہ سید محمود آلوسی بغدادی، جو مسلم اُمہ کے نزدیک مسلّم شخصیات ہیں، سب مشرک اور بدعتی ہیں، بلکہ غیر مقلدین کے نزدیک وہ تمام علماء اور ائمہ بدعتی اور مشرک ہیں، جن کے حوالے اس سے پہلے گزر چکے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے سوا سب کو مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں نعوذ باللہ من ذالک۔

ایک مغالطہ

گزشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے کہ نظریہ حاضر و ناظر نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشریت اور خاص جسم اقدس کے اعتبار سے نہیں، بلکہ نورانیت اور روحانیت کے اعتبار سے ہے احسان الٰہی ظہیر نے اس نکتے کو نہیں سمجھا اور یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم حجرۂ شریفہ میں تشریف فرما ہوتے تھے اور صحابہ کرام مسجد میں آپ کا انتظار کیا کرتے تھے اسی طرح فلاں جگہ ہوتے تھے اور فلاں جگہ نہیں ہوتے تھے۔ [3]

[1] ابن الحاج، امام: المدخل (طبع بیروت) ج ۱، ص ۲۵۲

(ب) احمد بن محمد القسطلانی، امام: مواہب لدنیہ مع الزرقانی (مطبعۃ عامرہ مصر) ج ۸، ص ۳۴۸

[2] ظہیر: البریلویۃ (عربی) ص ۱۱۲

[3] ایضاً: البریلویۃ ص ۱۱۱

اسی طرح اس نظریئے کو قرآنِ پاک کے مخالف قرار دیتے ہوئے متعدد آیات پیش کی ہیں، مثلاً ارشادِ ربانی ہے: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ (القصص ۴۵/۲۸)

ترجمہ: اور آپ طُور کے کنارے پر نہ تھے۔

اور یہ نہ سمجھا کہ یہ سب کچھ خاص جسمِ اقدس کے اعتبار سے تھا، ورنہ آپ کی روحانیت ہر جگہ جلوہ گر ہے۔ علامہ سعد الدین تفتازانی، بحثِ تکوین میں فرماتے ہیں:

صاحبِ عقل کو چاہیے کہ ایسے مسائل میں غور کرے اور راسخ العلم علماء اصول کی طرف ایسی بات منسوب نہ کرے جس کا محال ہونا بدیہی اور معمولی عقل و شعور رکھنے والے پر ظاہر ہو، بلکہ ان کے کلام کا ایسا محمل تلاش کرے، جس میں علماء اور عقلاء کے اختلاف کی گنجائش ہو۔ [1]

مشہور مفسر علامہ احمد بن محمد صاوی (م ۱۲۴۱ھ) اسی آیۂ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

یہ دشمن پر حجت قائم کرنے کے لیے عالمِ جسمانی کے پیشِ نظر ہے۔ رُوحانی عالم کے اعتبار سے تو آپ ہر رسول کی رسالت کے لیے اور جو کچھ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے جسم شریف کے ظاہر ہونے تک واقع ہوا، سب کے لیے حاضر ہیں، لیکن اہلِ عناد سے یہ بات نہیں کہی جائے گی۔ [2]

امام احمد رضا سُنّی حنفی بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

شخص ایسے مسئلہ کو جو قرآن و حدیثِ صحیح و ارشاداتِ علماء سے ہے کفر کہے، وہ اپنے اسلام کی خبر لے۔ [3]

---

[1] مسعود بن عمر تفتازانی، علامہ: شرح عقائد (طبع لکھنؤ) ص ۵۴

[2] احمد بن محمد الصاوی المالکی، علامہ: الصاوی علی الجلالین (مصطفیٰ البابی، مصر، ۱۹۶۱ء) ج ۳، ص ۲۰۶

[3] احمد رضا بریلوی، امام: فتوٰی نادرہ (غوثیہ کتب خانہ، لاہور) ص ۱۶

دعوت

عمل

۱۔ فرائض وواجبات کی ادائیگی کو ہر کام پر اولیت دیجئے۔ اسی طرح حرام اور مکروہ کاموں اور بدعات سے اجتناب کیجئے کہ اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔

۲۔ فریضۂ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں ہے۔

۳۔ خوش اخلاقی حُسنِ معاملہ اور وعدہ وفائی کو اپنا شعار بنایئے۔

۴۔ قرض ہر صورت میں ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں لیکن قرض معاف نہیں کیا جاتا۔

۵۔ قرآن پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لیے کلام پاک کا بہترین ترجمہ "کنز الایمان" از امام احمد رضا بریلوی پڑھ کر ایمان تازہ کیجئے۔

۶۔ دین متین کی صحیح شناسائی کے لیے اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں بریلوی و دیگر علماء اہل سنت کی تصانیف کا مطالعہ کیجئے۔ جو حضرات خود نہ پڑھ سکیں وہ پڑھے لکھے بھائی سے درخواست کریں کہ وہ پڑھ کر سنائے۔

۷۔ فاتحہ، عرس میلاد شریف اور گیارہویں شریف کی تقریبات میں کھانے، شیرنی اور پھلوں کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف بھی تقسیم کیجئے۔

۸۔ ہر شہر اور ہر محلہ میں لائبریری قائم کیجئے اور اس میں علماء اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ تبلیغ دین کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

۹۔ ہر شہر میں سُنّی لٹریچر فراہم کرنے کیلئے کتب خانہ قائم کیجئے یہ تبلیغ بھی ہے اور بہترین تجارت بھی۔

۱۰۔ رضا اکیڈمی لاہور کی رکنیت قبول کیجئے، رکنیت فارم اکیڈمی کے دفتر سے طلب کیجئے۔